امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- حضرت مولانا صغیر احمد رحمانیؒ
- ایمان کے شعبے (تبصرۂ کتاب)
- حقیقی کامیابی کا اسلامی تصور
- شہید بالاکوٹ حضرت سید احمد شہیدؒ
- ہندستان تو آزاد ہوگیا مگر اسکول آزاد نہیں ہوئے
- اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، طب وصحت
- ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 06 مورخہ ۱۵/ جمادیٰ الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۰/ فروری ۲۰۲۰ء روز سوموار

بین السطور

سی اے اے، این پی آر اور این آر سی

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

سی اے اے (سٹیزن شپ امینڈ منٹ ایکٹ) یعنی شہریت ترمیمی قانون، شہریت پر حملہ آور قانون ہے، اس لیے حقیقتاً یہ **"سٹیزن شپ اٹیک ایکٹ"** ہے، جس میں بڑی تعداد میں مختلف مذاہب کے لوگوں سے شہریت چھین لینے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، وزیر داخلہ بار بار اس بات کو دہراتے رہے ہیں کہ یہ شہریت دینے والا قانون ہے، لینے والا نہیں، ہمیں دینے لینے کے لفظی الٹ پھیر سے مطلب نہیں، ہماری مخالفت کی بنیاد اس قانون کا دستور ہند کے دفعہ ۱۴، ۱۵ میں بنیادی اصول کے خلاف ہونا ہے، جس میں ہندوستان کے تمام لوگوں کو مساوی حقوق دینے اور ذات پات، علاقہ نسب اور زبان کی بنیاد پر تفریق نہ کرنے کی بات کہی گئی ہے، اب صورت حال یہ ہے کہ سی اے اے کے ذریعہ افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش سے آئے پناہ گزینوں کو اگر وہ ۳۱/ دسمبر ۲۰۱۴ء کے پہلے سے یہاں رہ رہے ہوں تو ان کو شہریت دیدی جائے گی، اس قانون سے فائدہ یہاں کے چھ مذہبی باشندوں کو ملے گا، ہندو، سکھ، عیسائی، جین، بودھ، اور پارسی، حالانکہ ان کو بھی ان تین ملکوں میں سے کسی سے آنے اور ۲۰۱۴ء کے پہلے سے یہاں زندگی گذارنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا، لیکن انہیں مذاہب کے وہ لوگ جو تبت، سری لنکا، نیپال، میانمار سے آئے ان کو اس قانون کی رو سے شہریت نہیں دی جاسکے گی، اسی طرح آسام کے وہ لوگ جو این، آرسی سے باہر رہ گئے ہیں، ان کے لیے بھی اس قانون سے فائدہ اٹھانا آسان نہیں ہوگا، کیونکہ وہ دونوں مرتبہ این آرسی کے موقع سے دستاویزات ہندوستانی شہری ہونے کا پیش کر چکے ہیں، ناموں میں معمولی غلطی یا الٹ پھیر کی وجہ سے پریشان کرنے کے لئے ان کو این آرسی سے باہر رکھا گیا ہے، سرکار کے یہاں دستاویز اور وثیقہ جو انہوں نے حلفیہ بیان کے ساتھ داخل کیا ہے اس سے مکرنا ان کے لیے کسی طرح ممکن نہیں ہوگا، اور اگر دوسرے دستاویزات انہوں نے مہیا کرائے اور یہ کہا کہ ہم پاکستان، افغانستان یا بنگلہ دیش سے آئے ہیں تو پہلے والے بیان کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان پر چار سو بیس کا مقدمہ بھی چل سکتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے لیے بھی شہریت کا ثبوت پیش کر پانا مشکل ہوگا، **"بہت مشکل ہے ڈگر پنگھٹ کی"**۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ان تینوں ممالک سے آئے بہت سارے لوگ پہلے ہی طویل مدتی ویزا پر ہندوستان میں زندگی گذار رہے ہیں، اور انہوں نے لمبی مدت سے رہائش اختیار کرنے کی بدولت آدھار کارڈ، پین کارڈ اور ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ بنا رکھا ہے، ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۴ء تک ایسے پناہ گزینوں کی تعداد ۱۴۷۲۶ تھی ۲۰۱۶ء میں انٹلی جینس بیورو (I.B) نے اراکین پارلیامنٹ کو طویل مدتی ویزا والوں کی تعداد ۳۱۳۱۳/ بتایا تھا، ۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۹ تک ایسے کتنے ویزے اور جاری کیے گئے، اس کے اعداد وشمار دستیاب نہیں ہیں، جن لوگوں کو طویل مدتی ویزے دیئے گئے ہیں وہ انہیں اصول کے تحت ہیں، جنہیں اب سی اے اے کا حصہ بنایا دیا گیا ہے، ستمبر ۲۰۱۵ء کے گزٹ میں اس بات کی صراحت کی گئی تھی کہ ۳۱/ دسمبر ۲۰۱۴ء سے پہلے ہندوستان آئے ایسے پناہ گزینوں کے لیے ایک طویل مدتی ویزا فراہم کرانا ہے، خواہ ایسے پناہ گزینوں کے پاس پھٹے پرانے، صحیح یا غیر صحیح جیسے بھی کاغذات ہوں، اس گزٹ کی روشنی میں ووٹ دینے کے علاوہ انہیں ساری سہولیات بشمول جائداد کی خریداری ان کو حاصل ہے، پھر مرکزی حکومت اس کالے قانون کو نافذ کرنے کے لیے کیوں مصر ہے؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ بھاجپا آسام اور مغربی بنگال کے ہندوؤں، سکھوں، بودھوں، جینیوں، عیسائیوں اور پارسیوں کو ووٹ بینک کے طور پر دیکھتی ہے، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ ان تمام مذاہب کو شہریت دینے اور مسلمانوں کو مستثنیٰ رکھنے کا مقصد مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر خوف ودہشت میں مبتلا کرنا ہے، ورنہ ہندوؤں ہی سے ان کی اصل دلچسپی ہے، البتہ سکھوں سے وہ خائف ہیں، بقیہ مذاہب والوں کی تعداد ہی کتنی ہے، ان کے اس ارادوں کا پتہ بھاجپا نیتا اور آسام کے وزیر خزانہ ہیمنت وشورما کے اس انٹرویو سے چلتا ہے، جس میں انہوں نے کہا ہے کہ شہریت ترمیمی بل ہمیں آسام کی سترہ سیٹوں کو اگلے دس سالوں تک جیتنے میں مدد کرے گا، اس لیے کہ اگر آپ دس ہزار بنگالی ہندوؤں کے ووٹ نکال دیں تو یہ سترہ سیٹیں بھاجپا کے بجائے ایم، ایف یا یو، ڈی، ایف کے کھاتہ میں چلی جائیں گی، اس لیے وزیر داخلہ نے بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ ہم انہیں ووٹ دینے کا بھی حق دیں گے اور وہ وزیر اعظم بھی بن سکیں گے۔

وزیر داخلہ ایسے تمام پناہ گزینوں اور ہندو باشندوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بار بار اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان میں اقلیتوں کی تعداد گھٹتی جارہی ہے، پہلے یہ ۲۳/ فیصد تھی ۲۰۱۱ء میں ۳ء۷/ فیصد رہ گئی ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہمارے وزیر داخلہ اس صفائی سے غلط بیانی کرتے ہیں کہ ہم اس صفائی سے حقیقت بیانی بھی نہیں کر پاتے کہ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی آبادی کبھی بھی ۲۳/ فیصد نہیں رہی، اب تو بنگلہ دیش بن گیا ہے، غیر منقسم پاکستان کی آبادی ۱۹۵۱ء میں ۱۴ء۲ فیصد تھی جب کہ صرف مغربی پاکستان میں غیر مسلموں کی آبادی ۳ء۴۴ فیصد تھی، اس طرح پناہ گزینوں کی مظلومیت کا پرچار کر کے سی اے اے کو جائز قرار دینے کی مہم غلط اطلاعات پر مبنی ہے، سرکار چاہتی ہے کہ غیر قانونی طور پر چھ مذاہب کے تارکین وطن کو شہریت دے دی جائے اور مسلمانوں کو اس سے الگ رکھا جائے۔

حکومت کے ذریعہ ۲۰۰۳ء میں ہی اس کام کو شروع کر دیا گیا تھا، اٹل بہاری باجپئی نے ۲۰۰۳ء میں اس کام کی بنیاد رکھ دی تھی، موجودہ حکومت اسی نہج پر کام کو آگے بڑھا رہی ہے، وہ پہلے مرحلہ میں این، پی آر (قومی آبادی رجسٹر) تیار کرائے گی، اس رجسٹر میں لوکل رجسٹرار اپنی سمجھ سے کسی کو بھی مشکوک قرار دے گا، اور چونکہ این، پی آر، این، آرسی کی طرف پہلا قدم ہے، اس لئے جو لوگ این پی آر میں مشکوک ہوں گے، ان سے این آرسی میں ناموں کے اندراج کے لیے کاغذات مانگے جائیں گے اور اگر کاغذات دکھانے کے بعد بھی رجسٹرار مطمئن نہیں ہوا تو پناہ گزیں کیمپوں میں زندگی بسر کرنی ہوگی، جو انتہائی تکلیف دہ ہوگا، اس لیے ہندوستان کے شہری این پی آر کی بھی مخالفت کر رہے ہیں، یوں بھی قانونی طور پر پیدائش کے سرٹیفکٹ کا قانون ۱۹۷۹ء میں بنا اور ۱۹۸۵ء میں نافذ العمل ہوا، اب اس کے پہلے جو لوگ پیدا ہوئے یا ان کے والدین اس سے پہلے دنیا میں آئے ان کے وقت میں تاریخ پیدائش کے اندراج کی کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی، ایسے میں ان کو کس طرح مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی تاریخی پیدائش کی سند دکھائیں۔ اب جو سند نہیں دکھا پائیں گے، انہیں گھس پیٹھیا قرار دیا جائے گا۔

گھس پیٹھیا کا لفظ ہی ذلت آمیز ہے، اس سے نفرت کی بو آتی ہے، وزیر داخلہ اس لفظ کا استعمال کر کے برسوں سے رہ رہے یہاں کے شہریوں کی تذلیل کر رہے ہیں، ۱۹۲۳ء میں ساورکر نے ہندو مہا سبھا کے مینوفیسٹو میں دو قومیت کی بات کی تھی، بعد میں یہ نظریہ مسلم لیگ نے بھی قبول کیا اور ملک تقسیم ہوگیا، دونوں ملکوں میں بسنے والے لوگوں کو اپنی پسند کے ملک کے انتخاب کی آزادی دی گئی، جن کو جانا تھا وہ چلے گئے، لیکن ہمارے آباء واجداد نے فیصلہ کیا کہ ہم سب یہیں رہیں گے، ہم نے اس ملک کے لیے قربانیاں دی ہیں، آگے بھی قربانیاں دیتے رہیں گے، اس ملک کو خون پسینے سے سینچیں گے اور یہیں دفن ہو جائیں گے، اس طرح دیکھا جائے تو ہم اس ملک میں اتفاقیہ یعنی (بائی چانس) نہیں رہ گئے، ہم نے متبادل ہوتے ہوئے بھی اس ملک کا انتخاب کیا، یعنی ہم اس ملک میں بائی چوائس (اپنی پسند سے) رہ رہے ہیں، اس طرح ہم اس ملک کے حصہ دار ہیں کرایہ دار نہیں، کرایہ دار سے مکان خالی کرایا جاتا ہے، حصہ دار سے نہیں۔

یہ بات بھی ہمیں اپنے ذہن ودماغ میں رکھنی چاہئے کہ یہ ملک ہمیں محبوب ہے ہمارا معبود نہیں، اسی لیے ہم ایسے نعرے نہیں لگا سکتے جن سے وطن کے معبود ہونے کا تصور پیدا ہوتا ہو، ہم ورزش کے نام پر یوگا کو قبول نہیں کر سکتے؛ کیونکہ اس میں سورج اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کا تصور واضح ہے، لیکن ہم اسے محبوب رکھتے ہیں اور جس طرح ماں بہن، بیٹی، بیوی کی عصمت وآبرو کی حفاظت کے لیے ہم اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں ویسے ہی اس ملک کے لیے سب کچھ حاضر ہے۔ بیوی کی عصمت وآبرو کی حفاظت کے لیے ہم اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں ویسے ہی اس ملک کے لیے سب کچھ حاضر ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

حقوق انسانی کی خلاف ورزی

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے امریکی ممبران پارلیامنٹ سے کہا کہ حال ہی میں نافذ متنازعہ شہریت ترمیمی قانون (سی اے اے) ہندوستان کے آئین اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون کی خلاف ورزی ہے اور یہ مذہب کی بنیاد پر تعصب کو جائز بناتا ہے، ہندوستانی پارلیامنٹ کی طرف سے دسمبر ۲۰۱۹ء میں منظور نئے شہریت قانون میں پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان کی غیر مسلم اقلیتوں کو شہریت دینے کا قانون ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ایشیا پیسفک ایڈوکیسی مینیجر فرانسسکو بے نکوسمنے نے افریقہ، عالمی صحت، عالمی انسانی حقوق اور بین الاقوامی تنظیموں پر ایوان کی خارجہ امور کی ذیلی کمیٹی کے سامنے گواہی کے دوران یہ تبصرہ کیا، بے نکوسمے نے کہا ہے کہ ہندوستانی پارلیامنٹ نے نظر ثانی شہریت قانون منظور کیا؛ جو مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کو جائز بنا دیتا ہے یہ ہندوستان کے اور بین الاقوامی انسانی حقوق کی واضح خلاف ورزی ہے۔

(ایمنسٹی انٹرنیشنل)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مسلمانوں سے محبت

اورتم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جب کہ تم لوگ دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان جوڑ پیدا کر دیا، پھر تم اللہ کی اس نعمت کے سبب بھائی بھائی بن گئے اورتم آگ کے گڑھے کے کنارے پہونچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے، تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ (آل عمران ۱۰۳)

مطلب: زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرہ کے اندر قومی عصبیت اور خاندانی عداوت کی جڑیں اتنی مضبوط و مستحکم تھیں کہ معمولی معمولی باتوں پر تلوار بے نیام ہو جاتیں، ایک خاندان دوسرے خاندان کو برداشت کرنے اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا، اس نفرت وعداوت کے زہریلے اثرات نے انسانی معاشرے سے امن وسکون کو ختم کر دیا تھا، ہر شخص اپنی ذات اور قبیلہ سے محبت کرتا اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگا رہتا۔ قرآن مجید نے عرب کے اس معاشرے کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا کہ تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دلوں میں توحید وایمان کا نور پیدا کیا، جس کے نتیجہ میں تم سب بھائی بھائی بن گئے، خونی اور خاندانی رشتوں کے بجائے ایمانی رشتے مضبوط ہوئے، اللہ کے رسول نے اس عصبیت جاہلیہ کو قدموں تلے روندھنے کی تعلیم دی اور مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت اتنی مستحکم ہو کہ خون کی محبت پر ایمانی محبت غالب آجائے، کیونکہ جب محبت والفت کا یہ جذبہ ایمانی بنیادوں پر استوار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خصوصی فضل وکرم فرمائیں گے اور جب قیامت کے دن کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے محبت کرنے والوں کو عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو میری بزرگی اور طاعت کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، آج کے دن میں ان کو اپنے سایہ میں رکھوں گا اور آج کے دن کوئی سایہ نہیں ہے سوائے میرے سایہ کے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے لوگوں کے مقام کو دیکھ کر شہداء بھی رشک کریں گے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میری عظمت و بزرگی کے لئے آپس میں محبت کرنے والے قیامت کے دن نور کے ایسے منبر پر ہوں گے جن پر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے (ترمذی) یہ انعامات واکرامات ان برگزیدہ بندوں کے لئے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اپنے ایمانی بھائیوں سے تعلق ومحبت صرف اپنے خالق کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بڑی مایوسی نظر آتی ہے کہ بے لوث محبت کرنے والوں کی تعداد دن بدن گھٹتی جا رہی ہے، مجلسی گفتگو میں شریک ہوتے ہیں، خوش گپیاں بھی کرتے ہیں، لیکن دل ایک دوسرے سے ٹوٹے ہوئے ہیں، ذہنی فاصلے بنے ہوتے ہیں، جب مجلس ختم ہو جاتی ہے تو آنکھیں پھیر لیتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلامی نقطہ نظر اور قرآنی اصولوں سے ہٹ کر اپنی خواہشات کے تابع بن گئے ہیں، جس سے نہ انفرادی زندگی میں خوشحالی آسکتی ہے اور نہ ہی جماعتی زندگی میں۔

مساجد: جنت کے باغات ہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہیں مسجدیں ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

وضاحت: ۔ مساجد، شعائر دین ہیں اور اسلام کی اساسی تعلیمات کی اہم ترین نشرگاہ ہیں، اس لئے وہ روئے زمین کا سب سے پاکیزہ اور مقدس ومتبرک حصہ ہوتی ہیں، جہاں مسلمان صف بستہ کھڑے ہو کر اپنے فریضہ کی ادائیگی کرتے ہیں، ویسے اللہ رب العزت نے روئے زمین کے چپہ چپہ کو سجدہ گاہ بنایا ہے، مگر مسجد میں حاضر ہو کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کا اجر وثواب بڑھا ہوا ہے، تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ مسجدوں میں عبادت وریاضت کا پر کیف روحانی ماحول ہوتا ہے اور پھر ذکر واوراد کرنے سے قلبی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، اس لئے جس جگہ پر مسجدیں ہوتی ہیں، وہ جگہ دوسری جگہوں کے مقابلہ میں اعلیٰ وافضل ہوتی ہیں اور کیوں نہ ہوں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنت کے باغات سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ جب تم جنت کے باغات سے گذرو تو پھل کھالیا کرو، ایک صحابی نے عرض کیا کہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مساجد، پھر دریافت کیا کہ باغات سے کیا مراد ہیں، آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ، والحمدللہ، ولا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، معلوم ہوا کہ خانہ خدا میں صرف عبادت وبندگی، ذکر وتلاوت، تسبیح ومناجات کئے جاتے ہیں۔

ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت کرتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی شہادت دو، اس لئے وہاں دنیاوی باتیں کرنا یا تفریحی مجلسیں جمانا احترام مساجد کے منافی اور گناہ ہے، اس کی روحانیت ونورانیت کو برقرار رکھا جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ہنگامہ آرائی سے منع فرمایا، کیونکہ دنیاوی باتیں بازاروں میں ہوتی ہیں، اس لئے اس کو ناپسندیدہ کہا گیا ہے، بازاروں میں شوروغل ہوتا ہے، ہر مذاق اور طبیعت کے لوگ ضروریات زندگی خرید رہے ہوتے ہیں، خاص طور پر موجودہ زمانے کی منڈیوں اور بازاروں میں تو وہ کونسی برائی ہے جو نہ ہوتی ہے، اور شیطان اپنا کام نہ کر رہا ہوتا ہو، اسی بنیاد پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بازار جاتے وقت نگاہیں نیچی رکھنے اور لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک له الملک وله الحمد کا ورد کرنے کی تعلیم دی، تاکہ بازاروں کے ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔ اس لئے ہر مومن بندہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے تاکہ وہ دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

شوہر کے انتقال کے بعد بیوی بچوں کا خرچ

شوہر کے انتقال کے بعد اس کی بیوی بچوں کا خرچ کس کے ذمہ ہے؟ شوہر کے گھر والوں کے ذمہ یا بیوی کے گھر والوں کے ذمہ؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

بیوی کا خرچہ مرحوم شوہر کے گھر والوں پر نہیں ہے، اگر بیوی کے پاس مال ہے تو اس کا خرچ خود اس پر ہے، اگر مال نہیں ہے تو اس کے والد کے ذمے اس کا خرچہ ہے۔ مرحوم نے اگر چھوٹے بچے چھوڑے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ ان کے پاس کچھ مال ہے یا نہیں؟ اگر ہے، خواہ پہلے سے ان کے پاس رہا ہو یا والد کے ترکہ سے ملا ہو، تو ان کے اپنے مال سے ان پر خرچ کیا جائے گا، اگر مال نہیں ہے تو پھر ان کا خرچہ دادا اور ماں کے ذمے اثلاثاً یعنی دو حصے دادا پر اور ایک حصہ ماں کے ذمے لازم ہے۔

واضح رہے کہ اگر بچے ماں کی حضانت وپرورش میں ہوں تب بھی ان کا خرچہ بیوی کے گھر والوں پر نہیں ہے؛ بلکہ حسب تفصیل سابق ان کا خرچہ خود ان کے مال پر یا ان کے دادا اور ماں پر شرعاً لازم ہوگا۔

(لا)تجب النفقة بانواعها (لمعتدة موت مطلقا) ولو حاملا(الدر المختارمع رد المحتار۵/۳۳۴)(وتجب)النفقةبانواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى والجمع (الفقير) الحر، فان نفقة المملوک على مالكه والغنى فى ماله الحاضر .... (وكذا) تجب (لولده الكبير العاجز عن الكسب) كأنثى مطلقا إلخ (الدر المختار مع رد المحتار۵/۳۳۶)

نوٹ: شوہر کے گھر والوں پر ضروری ہے کہ مرحوم بیٹے نے جو کچھ ترکہ چھوڑا ہو اس کی شریعت کے مطابق تقسیم کرکے بیوی اور بچوں کو ان کا حق دیں۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

والد کی چھوٹی نمازوں کا فدیہ

ہمارے والد کا انتقال ہو گیا ہے وہ نماز کے پابند تھے، لیکن بیماری کی حالت میں دو ماہ تک نماز ادا نہیں کر سکے، صرف جمعہ ادا کرتے تھے، کیا اب وہ نمازیں جو رہ گئی ہیں ان کا فدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

آپ کے والد مرحوم اگر آخر زندگی تک ہوش وحواس میں رہے اور بیماری یا ضعف کی وجہ سے جو نمازیں چھوٹ گئی تھیں، انہوں نے ان کے فدیے کی وصیت کی تھی تو آپ لوگوں پر مرحوم کے تہائی ترکہ سے اُن چھوٹی ہوئی نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے، جن میں روزانہ کی پانچ نمازوں کے ساتھ وتر کی نماز بھی شامل ہے۔

اور اگر مرحوم نے چھوٹی ہوئی نمازوں کے فدیے کی وصیت نہیں کی تھی، تو آپ لوگوں پر مرحوم کی جانب سے فدیہ کی ادائیگی واجب نہیں؛ البتہ اگر مرحوم کے سب وارث عاقل وبالغ ہوں اور سب باہمی رضامندی سے مرحوم کے ترکہ سے چھوٹی ہوئی نمازوں کا فدیہ ادا کر دیں، یا بعض عاقل وبالغ وارث اپنے اپنے حصے سے ادا کر دیں تو یہ مرحوم کے ساتھ بڑا احسان ہوگا۔

ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، وإنما يعطى من ثلث ماله الخ (الدر المختار مع رد المحتار؛ كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ۲/ ۵۳۲–۵۳۳)

قوله: ”يعطى“: بالبناء للمجهول، أى: يعطى عنه وليه أى: من له ولاية التصرف فى ماله بوصاية أو وراثة فيلزمه ذلک من الثلث إن أوصى وإلا فلا يلزم الولى ذلک؛ لأنها عبادة فلا بد من الاختيار، فإذا لم يوص فات الشرط فيسقط فى حق أحكام الدنياللتعذر... إمداد، الخ (رد المحتار)

میت کے ورثاء کے لیے گورنمنٹ سے ملنے والی پنشن کا حکم

میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، وہ سرکاری ملازم تھے، اب ان کی پنشن کا پیسہ والدہ کے اکاؤنٹ میں آتا ہے، کیا اس کی تقسیم ورثاء کے درمیان شرعی طریقہ پر ہوگی؟ یا ساری پنشن کی مالک والدہ تنہا ہوں گی؟ یہ مال کس کا سمجھا جائے گا والد صاحب کا یا پھر والدہ صاحبہ کا سمجھا جائے گا، کیوں کی حکومت کی طرف سے والد کے انتقال کے بعد یہ والدہ کو دیا جا رہا ہے؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

مرنے کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے جو پنشن ملتی ہے اس کا شمار میت کے ترکہ میں نہیں ہے؛ بلکہ سرکار کی طرف سے محض تبرع واحسان ہے؛ لہٰذا قانوناً جس کے نام یہ پنشن آتی ہو وہی اُس کا مالک ہے، دوسرے لوگ شرعاً وقانوناً اُس کے حق دار نہیں ہیں؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ملنے والے پنشن کی رقم کی تنہا مالک آپ کی والدہ ہوں گی، مرحوم والد کے دیگر ورثاء کا اس میں حصہ نہ ہوگا۔

لان التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال...... (شامی؛ كتاب الفرائض: ۱۰/ ۴۹۳) البتہ اگر والد نے اس کے علاوہ کوئی چیز چھوڑی ہوگی تو اس میں تمام ورثاء کا ان کے حصص کے اعتبار سے حصہ ہوگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم (بحوالہ فتویٰ دارالعلوم دیوبند)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار نقیب
پھلواری شریف

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 06 مورخہ ۱۵؍جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۰؍فروری ۲۰۲۰ء روز سوموار

نیا بجٹ

وزیرخزانہ نرملا سیتارمن اپنا کھاتہ بہی لے کر پارلیامنٹ پہونچیں اور اپنے طویل خطاب میں لیکھا جوکھا پیش کیا، وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی اس موضوع پر روایت سے ہٹ کر طویل تقریر کی، وزیر اعظم کی اس تقریر سے وزیرخزانہ کی تقریر دب سی گئی، حالاں کہ بجٹ کے دن وزیرخزانہ کی تقریر ہی اصل ہوتی ہے اور اسی پر سارا زور (فوکس) ہوتا ہے، بجٹ کیسا ہے، اس کے لیے صرف یہ جاننا کافی ہے کہ بجٹ کی تقریر جاری ہی تھی کہ شیئر (حصص) بازار میں سینسکس اور نفٹی اوندھے منہ دھڑام سے گر گیے۔

کانگریس دور حکومت میں ہندوستان کا قبلہ کعبہ سقوط روس سے قبل تک روس ہی تھا اور اس کی دوستی ضرب المثل تھی، ایسے میں حکومت نے ملکی وسائل کو قومیانے کی طرف توجہ دی، اور دھیرے دھیرے بینک، ریل اور دوسرے وسائل وذرائع کو قومیا لیا گیا، ریلوے کا بجٹ الگ سے پیش کیا جاتا رہا، تاکہ ہندوستان کی لائف لائن کو صحیح رخ اور سمت دیا جاسکے۔

کانگریسی دور حکومت کے زوال کے بعد بھاجپا برسر اقتدار آئی، روس دنیا کے نقشے پر عالمی طاقت باقی نہیں رہا، ایسے میں ہندوستانی حکومت کا قبلہ بدلا اور پالیسیاں مغربی ممالک امریکہ وغیرہ سے برآمد کی جانے لگیں، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک سرمایہ دارانہ نظام کے راستے پر چل پڑا، اس نظام میں حکومت کے وسائل وذرائع پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہوتا ہے، گذشتہ چند سالوں سے حکومت نے قومیائی گئی چیزوں کو سرمایہ داروں کے حوالہ کرنا شروع کر دیا، لال قلعہ کا انتظام ایک سرمایہ کار کو دیدیا گیا، محکمہ ریل کا بجٹ عام بجٹ میں ملا دیا گیا، اس سے اس کی اہمیت کم ہوئی، نئے بجٹ میں ایک سو پچاس پرائیوٹ ٹرینیں چلانے کی بات کہی گئی ہے، ایئر انڈیا کی نیلامی ہو رہی ہے، ال آئی سی کے حصص بیچے جا رہے ہیں، ملک کی معاشی رفتار کو تیز کرنے کا فن اس حکومت کو آتا نہیں، وہ چاہتی ہے کہ سرکاری کمپنیوں کو بیچ کر اس کی آمد سے ملک کا نظام چلایا جائے، ظاہر ہے اس سے بیروزگاری بڑھے گی اور چیزیں جب سرمایہ کاروں کے قبضے میں چلی جائیں گی تو وہ اپنی مرضی اور منشا کے مطابق قیمتیں وصول کریں گے، اس سے مہنگائی بڑھے گی اور حکومت دھیرے دھیرے سرمایہ کاروں کے قبضے میں چلی جائے گی، ایک غلامی انگریزوں کی ملک جھیل چکا ہے، دوسری سرمایہ داروں کی غلامی کی طرف ملک بڑھتا جا رہا ہے۔

ملک کے حکمرانوں کے اس بدلے ہوئے نظریہ کی وجہ سے ریلوے ہی نہیں اسپتال اور تعلیم جیسے اہم شعبے بھی پرائیوٹ سکٹر کے حوالہ کرنے کی بات کہی گئی ہے، اقلیتی امور کے بجٹ میں تین سوانتیس کروڑ کا معمولی اضافہ کیا گیا، دوسری طرف مردم شماری کے بجٹ میں ۶۳۵۱۹ فی صد کا اضافہ کرکے پینتالیس سوارسٹھ کڑوڑ کر دیا گیا، جبکہ ۲۰۱۹ء میں اس محکمہ کا بجٹ صرف ۳۳-۶۲۱ کروڑ تھا، جب معیشت کو سست رفتاری کا سامنا ہے، ایسے میں اس محکمہ کے بجٹ کو اس قدر بڑھانا حکومت کی نیت اور ارادہ کو بتاتا ہے کہ وہ ان آر سی اور ان پی آر کے لئے کس حد تک جاسکتی ہے، حالاں کہ سی اے اے، ان آر سی اور ان پی آر کی ضرورت نہ پہلے تھی اور نہ آج ہے، خصوصا اس صورت میں جب ہندوستان کی بڑی آبادی احتجاج، مظاہرے اور دھرنے کی شکل میں سڑکوں پر آ پڑی ہے۔

دوسرا قابل ذکر اضافہ وزراء کی تنخواہ اور الاؤنس میں کیا گیا ہے، مرکزی وزرا کے لیے مختص رقم میں رکارڈ توڑ ۳۱۲ کڑوڑ روپے کی بڑھوتری کی گئی ہے، اس بار ۸۳-۷۶۶ کروڑ روپے اس مد میں دیے گیے ہیں، یہ رقم مرکزی وزرا (خواہ وہ کیبنیٹ کے ہوں یا مملکت کے) کی تنخواہ اسفار، اور دیگر الاؤنس پر خرچ کی جائے گی، گذشتہ سال اس مد میں چار سو چون کروڑ روپے فراہم کیے گیے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستانی عوام خواہ فاقہ کشی میں مبتلا ہو، حکمرانوں کی شاہ خرچی میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ ہندوستان گاؤں میں بستا ہے اور کاشتکار ہرے انقلاب کے نمائندہ ہیں، لیکن اس بجٹ میں زراعت سے متعلق اخراجات میں صرف ۵ فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے، ظاہر ہے اس سے کسانوں کے چہرے پر مردنی ہی چھائے گی اور ان کی خودکشی میں اضافہ ہوگا، حالاں کہ وزیرخزانہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ کسانوں کو کمائی بڑھانے کے نئے مواقع ملیں گے، ان کی آمدنی دوگنی ہوگی، ریل اور ہوائی جہاز کے ذریعہ ملک اور بیرون ملک تک پھلی سبزیاں پہونچانے کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی، لیکن جو رقم بجٹ میں فراہم کرائی گئی ہے وہ ۸۳-۲ لاکھ کروڑ روپے ہے، جو کاشت کاری، گاؤں کی ترقی اور سینچائی پر صرف کی جائے گی۔

ماہرین معاشیات کی رائے ہے کہ وزیرخزانہ نے اس بجٹ میں کسی نہ کسی درجہ میں سب کو کچھ نہ کچھ دیا ہے، صاف ستھرے ہندوستان (سوچھ بھارت) کے لیے ۱۲۳۰۰ کروڑ روپے رکھے گیے ہیں، کل بجٹ ۴۲-۳۰ لاکھ کروڑ کا ہے، پہلی بار انکم ٹیکس کے دو سلیب فراہم کرائے گیے ہیں، جن میں سے ٹیکس دہندہ کسی ایک کو اختیار کر سکتے ہیں۔ آئندہ مالی سال سے پانچ لاکھ روپے تک کی آمدنی میں ٹیکس سے راحت دی گئی ہے۔

جہاں تک بے روزگاری سے نمٹنے کا مسئلہ ہے، اس بجٹ میں اس سلسلے میں کوئی واضح بات نہیں کہی گئی ہے، ۳۱؍ فی صد ہندوستانی مانتے ہیں کہ بجٹ میں کیے گیے اعلان سے روزگار کے مواقع بڑھیں گے، جب کہ ۲۱؍ فیصد نے روزگار کے حوالہ سے اس بجٹ کو مایوس کن قرار دیا ہے۔ ۴۴؍ فی صد لوگوں کو لگتا ہے کہ اس بجٹ سے مہنگائی کم ہوگی، لیکن ۴۳؍ فیصد کو یقین ہے کہ مہنگائی میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اتنی بات طے ہے کہ پلاسٹک کے سامان، کیمیکل، کھیل کود کے سامان، الکٹرک گاڑیاں، دودھ، چینی اور پروٹین وغیرہ کی قیمتیں کم ہوں گی، جب کہ سگریٹ، تمباکو، اور آٹو پارٹس، غیر ملکی فرنیچر، میڈیکل سے متعلق اوزار، اسٹیشنری، موبائل فون اور گھریلو استعمال کے سامان مہنگے ہوں گے، آٹو پارٹ کی مہنگائی کا اثر ٹرانسپورٹنگ پر پڑے گا اور یہ اثر سستی قرار دینے والی ان چیزوں تک بھی پہونچ جائے گا جو دور دراز سے لائے جائیں گے۔

کل ملا کر یہ اوسط قسم کا بجٹ ہے، جس سے معاشی سستی دور کرنے میں مدد ملنے کے امکانات کم ہیں اور بازار کو مندی سے نکالنے کا کوئی واضح فارمولہ اس میں طے نہیں کیا گیا ہے، ہندوستان کی تاریخ میں وزیرخزانہ کی سب سے لمبی بجٹ تقریر دو گھنٹے چالیس منٹ تک جاری رہی، اس درمیان بھاجپا کے ارکان نے پنچانوے بار میزیں تھپتھپا کر بجٹ میں کیے گیے اعلانات کا خیر مقدم کیا۔ مسلسل کھڑے رہنے اور پڑھتے رہنے کی وجہ سے وزیر خزانہ کی طبیعت بگڑ گئی اور انہیں اپنی بجٹ تقریر کے دو صفحات چھوڑ دینے پڑے، نرملا سیتارمن نے اس تقریر میں اپنا ہی رکارڈ توڑا، گزشتہ سال کے بجٹ میں وہ دو گھنٹے سترہ منٹ تک بولتی رہی تھیں، اس سے پہلے لمبی بجٹ تقریر کا رکارڈ ۲۰۰۳ء میں جسونت سنگھ کا تھا، انہوں نے بجٹ تقریر کے لیے دو گھنٹے تیرہ منٹ لیے تھے، ۱۹۷۷ء میں سب سے چھوٹی بجٹ تقریر اچ ام پٹیل نے کیا تھا، انہوں نے صرف آٹھ سو الفاظ میں اپنی بجٹ تقریر مکمل کر دی تھی۔

انٹرنیٹ کا بڑھتا استعمال

سماج میں اسمارٹ فون کے ذریعہ انٹرنیٹ کا استعمال اب عام سی بات ہے، گذشتہ چار سالوں میں اس کے استعمال میں چھپن (۵۶٪) فی صدی اضافہ ہوا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ ڈیٹا کی قیمتوں میں ہندوستان میں ننانوے فی صد کی کمی ہے، اس وقت ہندوستان دنیا میں سب سے سستا ڈیٹا فراہم کرانے والا ملک بن گیا ہے۔

معاشی جائزہ کی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۶ء میں ایک جی بی ڈیٹا کے لیے دو سو روپے ادا کرنے ہوتے تھے، جبکہ ۲۰۱۹ء میں ایک جی بی ڈیٹا کے لیے صرف بارہ روپے ادا کرنے ہوتے تھے، ستمبر ۲۰۱۹ء تک چون ہزار نو سو سترہ کروڑ جی بی ڈیٹا استعمال کیا گیا، دینک بھاسکر کی ایک سروے کے مطابق نئی نسل خصوصیت سے ڈیٹا کا استعمال انٹرنیٹ پر موجود فحش مواد دیکھنے اور سننے کے لیے کرتی ہے، دنیا بھر میں جنسیات سے متعلق ایک سو پچاس کروڑ ویب سائٹس موجود ہیں، اٹھائیس کروڑ سے زیادہ ویڈیو لنک ہیں، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس طرح کے ویب سائٹس دیکھنے والوں میں عالمی سطح پر ہندوستان کا تیسرا نمبر ہے، یہاں ہر ۱۵ء۹ منٹ پر کوئی نہ کوئی فحش ویب سائٹس دیکھ رہا ہوتا ہے، اس کے لیے ۸۹؍ فیصد موبائل اور نو فی صد لوگ ڈسک ٹوپ کا استعمال کرتے ہیں، سروے میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ۱۸؍ سے ۲۴؍ سال عمر کے نوجوانوں کی تعداد ۳۱؍ فیصد ہے، صنفی اعتبار سے ایسے ویب سائٹس پر جانے والے مردوں کی تعداد ۶۷؍ فیصد اور عورتیں ۳۳؍ فیصد ہیں۔

حکومت اس صورت حال سے پریشان ہے، اس نے بہت سارے ایسے ویب سائٹس اور لنک کو بند (بلاک) کر دیا ہے، کیوں کہ اس قسم کے سائٹس فحاشی بے حیائی میں اضافہ کا سبب ہیں، اور عصمت دری کے بڑھتے واقعات کے پیچھے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، ہندوستان میں آئی پی سی اور آئی ٹی قانون کے تحت یہ جرم کے زمرے میں آتا ہے، لیکن قانون کے ڈنڈے سے اسے روک پانا ممکن نہیں ہے، رکاوٹ کے اس عمل کو اس کام سے جڑی بڑی کمپنیاں اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرکے سبوتاژ کرتی رہتی ہیں، اس کا حل قانونی سے زیادہ سماجی ہے، سماج کے ہر طبقہ کے لوگ اس برائی کو ختم کرنے کے لئے آگے آئیں، گارجین حضرات گھروں میں لڑکے لڑکیوں کی نگرانی کریں، اسکول میں اس کے مضر اثرات طلبہ وطالبات کو بتائے جائیں، اس موضوع کو سمینار، سمپوزیم اور مضمون نگاری کے مقابلوں کا موضوع بنایا جائے، مذہبی لوگ اپنے وعظ وتذکیر میں اس پر گفتگو کریں، اور ان سب کے ساتھ سرکاری سطح پر بھی رضا کاروں اور کارندوں کے ذریعہ اس کے خلاف بیداری لائی جائے، فحش ویب سائٹس کو مکمل طور پر بلاک کیا جائے اور اس مہم کے خلاف اظہار رائے اور استعمال کی آزادی سے متعلق کھوکھلے جذباتی نعروں اور غلط تاویل کا سہارا لینے والوں پر بھی محنت کی جائے تاکہ وہ غلط پروپیگنڈہ کرکے سماج میں اس بُرائی کے عام کرنے کا ذریعہ نہ بنیں۔ آج سماج کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ اور منہیات ومنکرات سے بچانے کے لیے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کو گھر گھر پہونچانا ضروری ہے، گفتگو جس قدر بھی کی جائے لیکن اس قسم کے مسائل کا واحد حل اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے۔

بوڈو سمجھوتہ

ایک عرصہ سے آسام میں الگ بورڈو ریاست کی مانگ کرنے والی دہشت گرد تنظیم ایک سہ فریقی سمجھوتے کے نتیجے میں اپنی مانگ سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہوگئی ہے، مرکزی اور ریاستی حکومت کے ذمہ داروں کے سامنے بوڈو تحریک کے نمائندوں نے اس سمجھوتہ پر دستخط کر دیا ہے، الگ بوڈو ریاست کی تشکیل کے لیے ایک ہتھیار بند تنظیم نے تحریک شروع کی تھی، اسے اکتوبر ۱۹۸۶ء میں رنجن دائی ماری نام کے ایک شخص نے قائم کیا تھا، بعد میں یہ ایک منظّم دہشت گرد تنظیم بن گئی، نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ آف بوڈو لینڈ نامی اس تنظیم کے ذریعہ دو ہزار آٹھ سو تیئس لوگوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا، اس سمجھوتے کے مطابق بوڈو آدیباسیوں کو کچھ خصوصی سیاسی اختیارات دیے جائیں گے، معاشی پیکیج فراہم کرایا جائے گا، اور اس کے بدلے میں وہ آسام کی تقسیم اور الگ بوڈو ریاست کی تشکیل کے دعوے سے دست بردار ہو جائیں گے، پندرہ سو پچاس (۱۵۵۰) سرگرم ہتھیار بند کارندے ایک سو تیں اسلحے حکومت کو سونپنے کے ساتھ خود سپردگی کر دیں گے، سمجھوتے کی مخالفت میں ایک گروپ نے بند کا اعلان کیا ہے، جس سے یہ خوش فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ یہ سمجھوتہ سنہرے مستقبل کی دستاویز ہے اور یہ کہ امن کی نئی صبح آسام میں طلوع ہوگئی ہے، خصوصا اس صورت میں جبکہ اس سے قبل اس قسم کے دو سمجھوتے ناکام ہو چکے ہیں۔

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا صغیر احمد رحمانیؒ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ کے رکن، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن اساسی، جامعہ رحمانی مونگیر کے سابق استاذ حدیث؛ بلکہ استاذ الاساتذہ، نامور عالم دین، کامیاب معلم و منتظم، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کے دست راست، ناموس مدارس اسلامیہ کنونشن کے انتظامی سکریٹری حضرت مولانا صغیر احمد رحمانیؒ اب ہمارے درمیان نہیں رہے، انہوں نے ۲۶؍جنوری ۲۰۲۰ء کو بعد نماز مغرب شام کے ۶؍ بجے اپنے آبائی گاؤں بگھیلی ڈاک خانہ محرم پور، تھانہ جدیا، بلاک تروینی گنج ضلع سوپول میں آخری سانسیں لیں، وہ شوگر کے پرانے مریض تھے، ٹھنڈک لگ گئی تھی، عارضہ قلب کے شکار تھے، ظاہری اسباب یہی بیان کیے جاتے ہیں، سب سے صحیح بات یہ ہے کہ وہ اتنے ہی دن کی زندگی لائے تھے، وقت موعود آگیا تو چلتے رہے، جنازہ کی نماز ۲۷؍جنوری ۲۰۲۰ء مطابق یکم؍جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ بروز سوموار بعد نماز عصر ادا کی گئی، جامعہ رحمانی مونگیر کا ایک وفد جنازہ میں شریک ہوا اور جامعہ رحمانی کے موقر استاذ مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور بگھیلی کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں دو لڑکا اور ایک لڑکی کو چھوڑا، صاحب زادہ سرکاری اسکول میں درس وتدریس سے جڑے ہوئے ہیں، لڑکی سب سے بڑی ہے، جو مولانا ناصر حسین رحمانی کے نکاح میں ہے، جو مولانا مرحوم کے حقیقی بھتیجا ہیں اور بورڈ کے مدرسہ، اصلاح المسلمین موہن پور، ڈاک خانہ کٹرہ، چھاتاپور ضلع سوپول میں صدر مدرس ہیں، اہلیہ ۱۲؍فروری ۲۰۱۸ء کو سفر آخرت پر پہلے ہی روانہ ہوگئی تھیں، ان کی جدائی کا غم بھی مولانا مرحوم کو اندر سے پگھلائے جا رہا تھا اور گرتی صحت میں اس حادثہ کا بھی بڑا حصہ تھا۔

مولانا صغیر احمد رحمانی بن شیخ ظہور الحق بن شیخ محمد سلیم کی ولادت یکم؍جولائی ۱۹۳۸ء کو علماء کی مشہور بستی بگھیلی ضلع سوپول میں ہوئی، آباء واجداد نقل مکانی کرکے ڈمریا موجودہ ضلع ارریہ سے یہاں آبسے تھے، مولانا کے نانا جناب شہادت حسین صاحب بشن پور، تھانہ کمارکھنڈ ضلع مدھے پورہ کے رہنے والے تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم بگھیلی کے مکتب میں ہوئی، عربی دوم تک کی تعلیم مدرسہ رحیمہ گاڑھا اور مشکوٰۃ شریف (موقوف علیہ) تک کی تعلیم جامعہ رحمانی مونگیر میں حاصل کرنے کے بعد دار العلوم دیوبند کا رخ کیا (اس زمانہ میں جامعہ رحمانی مونگیر میں دورہ حدیث کی تعلیم نہیں ہوتی تھی) اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی، جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی مونگیر سے بے انتہا محبت کی وجہ سے انہوں نے قاسمی کے بجائے رحمانی کو اپنے نام کا جز بنایا اور یہی نسبت پوری زندگی ان کی پہچان اور شناخت رہی۔

شادی بگھیلی میں ہی جناب عبد الصمد رحمانی (م۱۹۹۲ء) بن زین العابدین کی دختر نیک اختر سے ہوئی، اس طرح آپ مولانا مفتی حسین احمد قاسمی (م ۲۱؍جنوری ۲۰۲۰) کے بہنوئی تھے، دونوں میں ایسا قلبی رشتہ تھا کہ مفتی صاحب کے انتقال کے صرف پانچ دن بعد ہی آپ کے جسم وجان کا رشتہ ٹوٹ گیا۔

مولانا مرحوم نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۶۳ء میں مدرسہ قاسم العلوم دوگھرا ضلع دربھنگہ سے کیا، یہاں کے اس دور کے شاگردوں میں دو ابوالکلام قاسمی نے خاصی شہرت پائی، ایک تو اردو کے مشہور نقاد اور ادیب، علی گڈھ مسلم یونیورسیٹی کے پروفیسر ابوالکلام قاسمی اور دوسرے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے سابق پرنسپل، مشہور مصنف اور مومن کانفرنس بہار کے موجودہ صدر مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی ہیں، مولانا کا یہاں قیام صرف دو سال رہا، لیکن دوگھرا کا جو علمی ماحول آج بھی باقی ہے ان میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مولانا کی ان دو سالہ خدمات کا بڑا عمل دخل ہے۔ دوگھرا کے بعد مولانا جامعہ رحمانی مونگیر کے استاذ مقرر ہوئے اور کم وبیش چالیس سال تک درس وتدریس کے ساتھ مختلف موقعوں سے انتظامی امور کو سنبھالا، جامعہ میں ان کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں نہیں ہزاروں میں ہیں، لیکن فوری طور پر دو بڑے نام ذہن میں آرہے ہیں، ایک مشہور عالم، نامور فقیہ ومحقق مولانا بدر الحسن قاسمی حال مقیم کویت اور دوسرے مشہور فقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جو المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے بانی، اسلامک فقہ اکیڈمی ہند کے جنرل سکریٹری، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری اور سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مولانا مرحوم کی تعلیم وتربیت میں حضرت امیر شریعت رابعؒ کا بڑا ہاتھ تھا، ان کی متنوع صلاحیتوں کو ابھارنے اور خوابیدہ صلاحیتوں کو جگانے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش کا بڑا دخل رہا، موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم سے مولانا کو قلبی وابستگی تھی، حضرت نے ناموس مدارس اسلامیہ کنونشن کی انتظامی ذمہ داری ان کے سپرد کی اور انہوں نے اسے بحسن وخوبی انجام کو پہونچایا، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس مونگیر کو کامیاب کرنے میں بھی ان کی جد وجہد مثالی تھی، ان کے اندر انتظامی صلاحیت بھرپور تھی اور ماتحتوں سے کام لینے کا سلیقہ انہیں بھرپور آتا تھا، ۱۹۸۹ء کے فساد میں ریلیف وغیرہ کے کاموں میں بھی انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا بڑا پاکیزہ ذوق دیا تھا، اس ذوق کو پروان چڑھانے میں بھی حضرت امیر شریعت رابعؒ کی تحریک اور حوصلہ افزائی نے بڑا کام کیا تھا، چنانچہ مولانا کی تصنیفات میں احکام التراویح، تراویح کی رکعات، بیس یا آٹھ، تعویذ کی شرعی حیثیت، اور طلاق کے استعمال کا طریقہ مطبوعہ شکل میں موجود ہیں جس زمانہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے مجموعہ قوانین اسلامی کی ترتیب کا کام چل رہا تھا اور جامعہ رحمانی مونگیر میں مجلسیں ہوا کرتی تھیں، ان میں علمی معاون کے طور پر مولانا مرحوم کی مضبوط شراکت داری تھی، وہ مجلس بحث وتحقیق کے انتہائی حاضر باش رکن تھے، اس حوالہ سے بھی ان کی خدمات انتہائی وقیع ہیں۔

مولانا خطیبانہ صلاحیت کے بھی حامل تھے، ان کی تقریر میں عالمانہ جاہ وجلال کم ہوتا، لیکن اسلوب ایسا دلنشیں ہوتا کہ دل سے نکلی ہوئی بات دل تک پہونچ جاتی، اصلاح معاشرہ کے جلسوں میں ان کی یہ صلاحیت نکھر کر سامنے آتی، اللہ نے اس ذریعہ سے بھی ان سے بڑا کام لیا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰؍پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

ایمان کے شعبے

: مولانا رضوان احمد ندوی

محسن انسانیت پیغمبر اسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے، ''الایمان بضع وسبعون شعبہ'' یعنی ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، بخاری شریف میں بضع وستون کا بھی لفظ آیا ہے، یعنی ایمان کے ساٹھ سے زیادہ شعبے ہیں، البتہ صحیح مسلم شریف ودیگر کتب احادیث میں بضع وسبعون کا ذکر بھی ملتا ہے، بعض شارحین حدیث نے بضع وسبعون کے لفظ سے خاص عدد ۷۷ مراد لیا ہے، اور انہیں بنیادوں پر ایمان کے ۷۷؍شعبوں کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن علامہ طیبیؒ کی رائے ہے کہ اس لفظ سے بہتات اور کثرت مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ایمان کے بہت زیادہ شعبے ہیں، اس صورت میں اختلافی روایات کا اشکال بھی ختم ہوجاتا ہے، البتہ ایمان کے شعبوں کو شمار کرنے کے لئے علماء محدثین نے اپنے اپنے انداز میں مختلف کتابیں تصنیف کی ہیں، اس سلسلہ کی مشہور کتاب ''شعب الایمان'' ہے جس کو امام بیہقی نے کئی جلدوں میں تصنیف کی ہے، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس موضوع پر سب سے جامع اور معتبر کتاب ''وصف الایمان وشعبہ'' کو قرار دیا ہے، جس کو امام ابوحاتم ابن حبان البستی نے تصنیف کی ہے، اس طرح بہت سے محدثین نے الگ الگ انداز میں ایمان کے شعبوں کو شمار کیا ہے، یہ تمام کتابیں عربی زبان میں طبع ہوئی ہیں، اردو زبان میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا، اور اگر لکھا بھی گیا ہے تو ایسی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا مفتی آصف اقبال قاسمی امام وخطیب جامع مسجد زکریا کالونی سعد پورہ مظفر پور کو جنہوں نے امام بیہقی کی کتاب شعب الایمان کی روشنی میں ایک کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ لیا، پیش نظر کتاب ''ایمان کے شعبے'' ان کی اسی علمی کاوش کا ثمرہ ہے، جس کو انہوں نے بڑی محنت ولگن اور سلیقہ سے تالیف کی ہے اس مفید علمی خدمت کے لئے وہ میری طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں، اللہ ان کی محنت کو قبول فرمائے۔

اس کتاب میں انہوں نے ایمان کے ۷۸؍شعبوں کا مختلف جلی وذیلی عناوین کے تحت ذکر کیا، یعنی ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالملائکۃ، ایمان بالکتاب، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے لے کر صلہ رحمی، پڑوسیوں اور مہمانوں کے اکرام وضیافت سمیت تمام اعمال خیر اور اخلاق حسنہ کی کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت کی اور مستند دلائل سے ثابت کیا کہ یہ سب ایمان کے حصے ہیں، انہوں نے اپنے فاضلانہ مقدمہ میں تحریر فرمایا کہ زیر نظر کتاب میں امام بیہقی کی ہی اتباع کی گئی ہے اور انہی کے نشانات قدم پر چلنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ یہ کتاب نہ تو امام بیہقی کی کتاب کی شرح ہے اور نہ ہی اس کی تلخیص وترجمہ، بلکہ نشان راہ کے طور پر امام بیہقی کی شمار کردہ شعبہ ہائے ایمانی پر ایک شعبہ کے اضافے کے ساتھ قرآن کریم کی آیات اور ۶۱۶؍احادیث وآثار کی تشریح اپنے طور پر کی گئی ہے، جس میں قرآنی آیات اور احادیث کو نہایت تتبع کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ ساتھ میں اصل کتاب سے حوالے بھی نقل کئے گئے ہیں۔ (ص ۴۶)

فاضل مؤلف نے ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ایمان کے شعبوں کی درجہ بندی میں حسن ترتیب کا بھی خیال رکھا ہے، سب سے اعلیٰ درجہ کلمہ توحید کا اقرار کرنا ہے اور اس ضمن میں ایمان واسلام کے بنیادی عقیدے کی وضاحت مختلف انداز میں کیا ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے کو شامل کیا، حدیث شریف کے آخر میں حیا کو ایمان کا ایک اہم شعبہ قرار دے کر اس بات کی نشاندہی کر دی گئی کہ ایمان اور حیا کے درمیان ایک خاص رشتہ ہے کہ حیا کی خصلت سے انسان بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے اس لئے مؤلف نے سلسلہ وار ۵۵؍صفحات پر حیا کی شرعی حیثیت کو موثر انداز میں بیان کیا۔

ابتدا میں مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ کا ایک پر از معلومات مقدمہ ہے؛ جس میں انہوں نے مؤلف کتاب کے علم وفضل اور ملی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس علمی خدمت کی بھرپور ستائش کی اور لکھا کہ مؤلف کتاب نے ایمان کے جن شعبوں پر اس کتاب میں بحث کی ہے اس کا دائرہ ایمان، اسلام، اخلاق، اعمال سب کو محیط ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ انسان کے کامل مومن اور مکمل مسلم ہونے کے لئے ایمان کے ان شعبوں پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ (ص ۷)

ان کے علاوہ مولانا محمد اکبر قاسمی مظفر پوری، مفتی محمد اسعد اللہ نائب قاضی شہر مظفر پور، مولانا شرف الدین محمد قاسمی مظفر پور کے تہنیتی کلمات سے بھی کتاب کی افادیت وعظمت دو چند ہوگئی ہے، ویسے کتاب پر بہت زیادہ مقدمہ بازی کا میں قائل نہیں ہوں، مشک آنست کہ خود ببوید، نہ کہ عطار گوید، کیونکہ یہ کتاب اپنے تحقیقی مواد اور شگفتہ علمی انداز کی وجہ سے بہت ممتاز ہے، اور اپنے موضوع اور مباحث کے لحاظ سے ہر صاحب ذوق اور علم دوست حضرات کے مطالعہ کے لائق ہے، کمپوزنگ اور طباعت کا معیار بھی بہتر ہے، سرورق سے پس ورق تک کتاب جاذب نظر اور صوری ومعنوی لحاظ سے اس لائق ہے کہ مساجد کے ائمہ وخطباء کے مطالعہ میں ضرور رہنی چاہئے؛ تاکہ انہیں اپنے خطابات میں اس کتاب سے خاص مواد مل سکے، اس وقت یہ کتاب میرے زیر مطالعہ ہے، ماشاء اللہ انداز بیان اور طریقہ استدلال کو پڑھ کو مؤلف کے لئے دل سے دعاء نکلتی ہے، اللہ انہیں زندہ وسلامت رکھے اور ملت کی خدمات کے لئے ان کے سایہ کو دراز فرمائے، بہار کے خواہشمند حضرات عبد الستار بک سیلر کمپنی باغ مظفر پور بہار سے اور یوپی کے اصحاب مکتبہ انیس دیوبند سے چار سو روپے بھیج کر طلب کرسکتے ہیں۔

حقیقی کامیابی کا اسلامی تصور

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ہر شخص کے دل میں فطری خواہش پائی جاتی ہے کہ وہ ایک کام یاب انسان کی حیثیت سے زندگی گزارے، وہ جو بھی منصوبے بنائے وہ پورے ہوں، جن چیزوں کی تمنا کرے وہ اسے حاصل ہوں اور جس منزل تک پہنچنے کا ارادہ کرے بلا روک ٹوک وہاں تک پہنچ جائے، اگر وہ اپنی منزل مقصود تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور اپنے گوہر مقصود کو پالیتا ہے تو خود کو کام یاب اور خوش قسمت انسان سمجھتا ہے اور اگر اس کے خواب ادھورے رہ جاتے ہیں اور اس کی تمنائیں پوری نہیں ہو پاتیں تو وہ خود کو نا کام انسان باور کرتا ہے اور اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتا ہے۔

لیکن مختلف انسانوں نے کامیابی کے الگ الگ معیارات اور پیمانے بنا رکھے ہیں، کچھ لوگوں کے نزدیک کامیابی یہ ہے کہ ان کے پاس مال و دولت کی ریل پیل ہو، انھیں ہر طرح کی آسائشیں حاصل ہوں، اسباب و وسائل کی فراوانی ہو، کشادہ، آرام دہ اور خوب صورت بنگلے، لکژری گاڑیاں اور حاضر باش خدمت گزار ہوں، انھیں جاہ و منصب حاصل ہو، سماج میں انھیں عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو، لوگ ان کی قدر کریں اور ان کے آگے پیچھے لگے رہیں، ان کی تجارت زوروں پر ہو، ان کی آمدنی میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہو اور ان کا بینک بیلنس بڑھ رہا ہو۔ کچھ لوگ جسمانی صحت اور ذہنی سکون کو کامیابی کا پیمانہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص مکمل طور پر صحت مند ہو، اسے کسی طرح کا کوئی مرض یا عارضہ لاحق نہ ہو، وہ ہر طرح کی ذہنی اور نفسیاتی پریشانیوں سے محفوظ ہو اور سکون و اطمینان کی زندگی گزار رہا ہو تو وہ کام یاب ہے۔ بعض لوگوں کی نظر میں کسی شخص کی کام یابی یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے خاندان کو پھلتا پھولتا اور اپنی اولاد اور متعلقین کو ترقی کرتا ہوا دیکھ لے۔ غرض مختلف انسانوں کے نزدیک کام یابی کے الگ الگ پیمانے ہیں، جن پر وہ اپنے اور دوسروں کے معاملات کو جانچتے ہیں اور اُسی کے مطابق کام یابی یا ناکامی کا فیصلہ کرتے ہیں۔

انسان کی ایک فطری خواہش یہ بھی ہوتی ہے کہ اس نے کامیابی کا جو معیار مقرر کیا ہے وہ اسے ہمیشہ حاصل رہے، اگر اس کے نزدیک مال و دولت کی فراوانی کام یابی کا اصل معیار ہے تو چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ اسے حاصل رہے، کبھی اس سے محروم نہ ہو، اگر اس کی نظر میں کام یابی اقتدار اور حکمرانی سے عبارت ہے تو آرزو مند رہتا ہے کہ اقتدار کی کنجیاں ہمیشہ اس کی مٹھی میں ہوں، اگر تجارت کے فروغ کو وہ کام یابی سمجھتا ہے تو خواہش رکھتا ہے کہ وہ برابر ترقی کرتی رہے، کبھی اس میں خسارہ نہ ہو۔ کسی بھی معاملے میں اگر تسلسل میں فرق پڑتا ہے یا عارضی طور پر ہی سہی، وہ اس سے محروم ہوتا ہے تو اسے ناکامی تصور کرتا ہے۔ ان تمام انسانوں کی سوچ اسی دنیا کی زندگی تک محدود ہے۔ وہ اسی میں مگن اور اسی کو بہتر بنانے کے لیے سرگرداں رہتے ہیں۔ اس لیے کام یابی کے بارے میں ان کے تصورات بھی محدود اور ناقص ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلام زندگی کا ایک جامع تصور رکھتا ہے۔ اس لیے اس کا تصور کام یابی مذکورہ بالا تمام تصورات سے یکسر مختلف اور ممتاز ہے۔

زندگی کا اسلامی تصور

ہر انسان اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے، پلتا بڑھتا ہے، عمر کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے، یہاں تک کہ موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ اس کی کل زندگی نہیں، بلکہ اس کا ایک مرحلہ ہے۔ مرنے کے بعد اس کی زندگی کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا، جسے وہ 'آخرت' کا نام دیتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی اور چند روزہ ہے، جب کہ آخرت کی زندگی ابدی اور دائمی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ دھوکے میں ہیں۔

اسلام کہتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کا وجود کسی حادثے یا اتفاق کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اسے ایک قادر مطلق ہستی نے ایک منصوبے کے مطابق پیدا کیا ہے، اس کا مقصد تخلیق یہ ہے کہ وہ دنیا میں اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارے، اس نے اپنے منتخب بندوں کے ذریعے، جنھیں 'رسول' کہا جاتا ہے، وہ طریقہ واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے، سب سے آخر میں اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کی رہنمائی کے لیے بھیجا اور ان پر اپنی کتاب 'قرآن' اتاری، جس میں زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس دنیا میں انسانوں کو ارادہ و اختیار کی آزادی بھی دی گئی ہے۔ اسلام واضح کرتا ہے کہ اس دنیا میں انسان امتحان اور آزمائش کی حالت میں ہے، اگر وہ یہاں اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارے گا تو اللہ اس سے خوش ہوگا اور مرنے کے بعد کی زندگی میں اسے انعام سے نوازے گا اور اگر یہاں وہ اس طریقے کی خلاف ورزی کرے گا اور من مانی کرے گا تو اللہ اس سے ناراض ہوگا اور مرنے کے بعد کی زندگی میں اسے سزا دے گا، انعام کے طور پر اسے جنت میں داخل کیا جائے گا اور سزا کے طور پر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حقیقی کام یابی آخرت کی کام یابی ہے

اسلام نے مرنے کے بعد کی زندگی کو بہت اہمیت دی ہے اور اس کے بارے میں بہت تفصیلی اور جزئی معلومات فراہم کی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ تمام انسان آخرت میں رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے، ان سے دنیا میں ان کے کاموں کا حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال کو تولا جائے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اچھے اور نیک اعمال کیے ہوں گے وہ کامیاب سمجھے جائیں گے اور انھیں جنت کا مستحق قرار دیا جائے گا اور جن لوگوں نے دنیا میں برے کام کیے ہوں گے ان کے ناکام ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا اور بہ طور سزا انھیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ جنت میں جانے والوں کو وہاں کون کون سی نعمتیں حاصل ہوں گی اور جہنم میں ڈالے جانے والوں کو وہاں کتنی سخت تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑے گا، قرآن میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اسلام کی نظر میں حقیقی کامیابی، جسے وہ 'فلاح' اور 'فوز' کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، یہ ہے کہ آخرت میں جب انسان کے اعمال تولے جائیں تو اس کے اچھے کاموں کا پلڑا بھاری ہو جائے اور اسے جنت کا مستحق قرار دے دیا جائے۔ جس شخص کے اچھے کاموں کا پلڑا آخرت میں ہلکا ہوگا اور اس کی بنا پر اسے جہنم میں ڈالا جائے گا، اسلام کے نزدیک وہ درحقیقت ناکام اور خسارے میں رہنے والا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگ ان کے چہروں کی کھال چاٹ جائے گی اور ان کے جبڑے باہر نکل آئیں گے۔'' (المومنون: ۱۰۲–۱۰۴)

آخرت میں جن لوگوں کو کامیاب قرار دیا جائے گا ان کو جنت میں کن کن نعمتوں سے نوازا جائے گا، اس کا تذکرہ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''خدا ترس لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں حریر و دیبا کے لباس پہنے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ ہوگی ان کی شان، اور ہم گوری گوری آہو چشم عورتیں ان سے بیاہ دیں گے۔ وہاں وہ اطمینان سے ہر طرح کی لذیذ چیزیں طلب کریں گے۔ وہاں موت کا مزہ وہ کبھی نہ چکھیں گے۔ بس دنیا میں جو موت آچکی سو آچکی اور اللہ اپنے فضل سے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا دے گا۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (الدخان: ۵۱–۵۷)

خلاصہ یہ کہ اسلام کی نظر میں آخرت میں جنت میں جانے والے کامیاب ہیں اور جہنم میں جانے والے ناکام۔ قرآن مجید میں ہے: ''جہنم میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں'' (الحشر: ۲۰)

دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے ناکام اور خسارے میں ہیں۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے، یہیں وہ پیدا ہوئے ہیں اور یہیں ایک دن مر جائیں گے، مرنے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ملے گی، وہ دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے میں اتنے بدمست ہو جاتے ہیں کہ انھیں اچھے برے کی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ اسلام کی نظر میں یہ لوگ گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں، اس کی آخرت میں کچھ اہمیت نہ ہوگی، وہاں جہنم ان کا ٹھکانا ہوگی: ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو، کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انھیں کوئی وزن نہ دیں گے۔ ان کی جزا جہنم ہے اس کفر کے بدلے جو انھوں نے کیا اور اس مذاق کے پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے رہے۔'' (الکھف: ۱۰۳–۱۰۶)

کام یاب حقیقت میں کون لوگ ہیں؟

اسلام کی نظر میں حقیقت میں کون لوگ کام یاب ہیں؟ ان کا تذکرہ قرآن میں تفصیل سے کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دنیا میں یہ لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہیں، ان کا رویہ کیسا ہوتا ہے اور ان سے کیسے اعمال صادر ہوتے ہیں؟ ان کے چند اوصاف یہ ہیں:

(۱) وہ صرف اللہ پر ایمان لاتے ہیں، نہ کفر کرتے ہیں، نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اور نہ اس کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں: ''مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سدا بہار باغوں میں ان کے لیے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انھیں حاصل ہوگی، یہی بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ: ۲۷) ''اور جو کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کر دیا تو اس کا سارا کارنامہ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہوگا۔'' (المائدہ: ۵) ''اور جو لوگ اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہیں، وہی گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔'' (الزمر: ۳۶) ''اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔'' (الزمر: ۵۶) ''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے، جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔'' (المومنون: ۱۱۷)

(۲) وہ اللہ کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اللہ کی طرف سے جو احکام پیش کرتا ہے اس کا اتباع کرتے ہیں: ''لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (الاعراف: ۱۵۷)

(۳) وہ آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتے ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لیے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوش نما بنا دیا ہے، اس لیے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بری سزا ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔'' (النمل: ۴–۵)

(۴) وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے احکام بجالاتے ہیں: ''جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں وہی کامیاب ہیں۔'' (النور: ۵۲) جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (النساء: ۱۳)

(۵) وہ ایمان لانے کے ساتھ نیک اعمال بھی کرتے ہیں: ''اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک عمل کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ ہمیش کے لیے رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (التغابن: ۹) ''پھر جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک عمل کرتے رہے تھے انھیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہی صریح کامیابی ہے۔'' (الجاثیہ ۳۰) (بقیہ صفحہ ۶ ر پر)

شہید بالاکوٹ؛حضرت سید احمد شہید بریلویؒ

احمد یعقوب چودھری

شہید کی جوموت ہے، وہ قوم کی حیات ہے۔سلسلہ نبوت حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے، اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا، لیکن تاقیامت سلسلہ رشد وہدیات جاری رہے گا۔مجدد ین اور علماء امت پیدا ہوتے رہیں گے۔اور بفضل تعالیٰ راہ ہدایت دکھلاتے رہیں گے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مثل ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے اہل اللہ پیدا ہوتے رہیں گے، جنہوں نے نہ صرف وعظ ونصیحت وتبلیغ کے ذریعہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حکومت الٰہیہ قائم کرنے کی بھی کوششیں کرتے رہے، مسلمانان ہند پر جب ابتلا کا دور آیا تو اللہ رب العزت نے لوگوں کی اصلاح کے لئے بارھویں صدی ہجری میں ایک مجدد کو پیدا فرمایا جسے دنیا امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔مجدد وقت حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جس تحریک تجدید واحیائے دین کا آغاز کیا تھا وہ ان کی وفات کے بعد ختم نہیں ہوئی بلکہ ان کے جانشیں فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خلیفہ مجاز حضرت سید احمد شہید بریلویؒ نے نقطہ عروج پر پہنچایا، سید احمد شہیدؒ کی تحریک تجدید واحیاء دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی تحریک تھی، انہوں نے جہاد وعظ وتبلیغ کے ذریعہ غیر اسلامی رسوم اور شرک وبدعت کے خاتمہ اور خالص توحید وصحیح اسلام کے احیاء کی کوشش کی، وہاں جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حکومت الہیہ قائم کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی، اور اسی کوشش میں جام شہادت نوش فرمایا۔سید احمد شہید ۶رصفر ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۹رنومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں خاندان سادات (جو اپنی نیک نامی بزرگی اور علم دوستی کی بناپر مشہور تھا) کے سید محمد عرفانؒ کے ہاں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب پنتیسویں واسطہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے، تحصیل علم کے شوق میں آپ دہلی تشریف لائے اور شاہ عبدالعزیزؒ کے درس میں شامل ہوگئے، مگر شاہ عبدالعزیزؒ نے ان کو اپنے بھائی شاہ عبدالقادرؒ کے درس میں شامل کردیا کہ وہاں بہتر تعلیم حاصل کرسکو گے، تقریبا ۲۲رسال کی عمر میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے دست صداقت پر بیعت کی اور خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے، آپ نے تحصیل علم کے بعد فن سپاہ گری میں بھی کمال پیدا کیا، شاہ عبدالعزیزؒ آپ کی بہت قدر کرتے تھے، اور سید احمد کے متعلق فرماتے کہ آپ کا خاندان اعلیٰ ہے جس میں ولایت موروثی ہے، امید ہے کہ سید احمد بھی اپنے آباء واجداد کی طرح منصب ولایت پر فائز ہوں گے، اسی بناپر شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادرؒ اپنے شاگردوں عزیزوں اور دوستوں کو اپنے بجائے حضرت سید احمدؒ کے دست حق پر بیعت کا حکم کرتے، چنانچہ خاندان ولی اللہؒ نے آپ کی بیعت کو اپنے لئے باعث افتخار جانا، شاہ اسماعیل دہلویؒ جو شاہ عبدالغنیؒ کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے، مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ جو مولانا عبدالعزیزؒ کے داماد تھے، آپ سے بیعت ہوئے اور تادم آخر آپ کے ہمراہ رہے، شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے اور جانشین خاندان ولی اللہؒ شاہ محمد اسحاق اور دوسرے اکابر علماء نے بھی آپ کے دست حق پر بیعت کی۔

آپ سے جو بھی بیعت ہوتا وہ بذات خود اصلاح واحیاء کا مرکز بن جاتا۔سید احمد شہید نے تقریبا ہندوستان بھر کا دورہ کیا وہ جہاں بھی جاتے لوگ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں بیعت کے لئے پہونچ جاتے، پھرتے پھراتے جب آپ شہر کلکتہ تشریف لائے تو ایک سوانح نگار شہر کلکتہ میں ان سے بیعت ہونے والوں کے احوال میں لکھتا ہے کہ شہر کلکتہ میں بیعت کرنے والوں کی یہ کثرت تھی کہ ہزار پانچ سو آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرکے سات آٹھ پگڑیوں کو اس مجمع میں پھیلا کر ہر ایک بیعت کنندہ کو حکم دے دیتے کہ ایک کنارہ کسی پگڑی کا منجملہ ان پگڑیوں کے پکڑ لیوے پھر پگڑیوں کا ایک کنارہ اپنے ہاتھ میں تھام کر کلمات بیعت کو باآواز بلند تلقین کراتے تھے اور یہ کیفیت دن بھر رہتی، آپ کے تشریف لانے سے قبل ہزار ہائے بے نکاحی عورتیں وہاں کے گھروں میں تھیں اور ہزار ہا مسلمان غیر مختون اس شہر میں موجود تھے، شراب تو ایک عام بات تھی، اب آپ کی برکت سے وہی کلکتہ رشک ارم ہوگیا، ہر ایک بیعت کرنے والے سے نکاح اور ختنے کا حال پوچھا جاتا، اگر غیر مختون یا بے نکاحی ہوتا تو فورا یہ سنت ادا کردی جاتے، مولوی عبدالحئیؒ اور مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ ہر منگل اور جمعہ کو ظہر سے شام تک وعظ فرمایا کرتے تھے اور ان بزرگوں کے وعظ کی یہ تاثیر ہوئی کہ خلقت مثل پروانہ گردیدہ ہوگئی، ہر ایک بیعت کنندہ کے شراب نوشی سے تائب ہونے پر شراب کی دکانیں بند ہوگئیں۔

ہندوستان بھر کے دورہ کے دوران حضرت سید احمد شہیدؒ کو یہ بات بڑی شدت سے محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک طرف انگریز اپنی سازشوں کا شکار کررہے ہیں تو دوسری طرف سکھ حکمران پنجاب وسرحد میں ظلم وستم کا نشانہ بنارہے ہیں، سید احمد شہیدؒ نے سوچ بچار کے بعد انگریز سے پہلے سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا ارادہ فرمایا اور حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد اعلان جہاد فرمادیا، ہندوستان بھر میں حج بیت اللہ تقریبا ختم ہوچکا تھا، علماء نے راستہ کی بدامنی کی وجہ سے فتویٰ دے رکھا تھا کہ حج بیت اللہ ہندوستانی مسلمانوں پر فرض نہیں رہا، لیکن آپ حج بیت اللہ کے لئے دوبارا اپنے احباب کے ہمراہ تشریف لے گئے اور عملا ہندوستان کے مسلمانوں پر واضح فرمادیا کہ ان حالات میں بھی حج کرنا کوئی مشکل نہیں، اس فتویٰ کے خلاف حج بیت اللہ کو جاری کیا، مولانا عبدالحئیؒ اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی اطراف ہندوستان میں حضرت سید احمد شہیدؒ نے جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب تحریص کے لئے بھیجا، تیاری مکمل کرنے کے بعد تمام مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک اطلاع نامہ روانہ کیا گیا، کہ سکھ قوم عرصہ سے لاہور اور دوسری جگہوں پر قابض ہے اور ان کے ظلم کی کوئی حد نہیں رہی، انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کو بلاقصور شہید کیا ہے اور ہزاروں کو ذلیل کیا ہے، مسجدوں میں نماز کے لئے اذان دینے کی اجازت نہیں، نہ ہی مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے، ان کا ذلت آمیز ظلم وستم ناقابل برداشت ہے، ان کی آواز پر ہزاروں مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار ہوگئے۔مولانا سید احمدؒ رائے بریلی سے سفر جہاد کے لئے ۱۸۲۶ء کے اوائل میں روانہ ہوئے، اس وقت آپ کے ساتھ تقریبا چھ سات ہزار ہندوستانی مسلمان تھے، جنہوں نے جہاد کرنے اور مسلمانان سرحد وپنجاب کو مذہبی آزادی دلانے کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کا تہیہ کرلیا تھا، دسمبر ۱۸۲۶ء کو سب سے پہلا معرکہ اکوڑہ کے مقام پر جو نوشہرہ سے چند کوس کے فاصلے پر ہے ہوا، اور اللہ رب العزت نے مجاہدین کو کامیاب وکامران کیا، دوسرے کامیاب معرکہ کے بعد ہی علاقہ کے روسا اور حکمرانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور آپ کو امیر المومنین منتخب کرلیا گیا کہ نظم وضبط کے تحت جہاد جاری رکھا جاسکے اور آپ ہی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، ایک لاکھ مجاہد پنجاب وسرحد کے مسلمانوں کی مذہبی وشخصی آزادی بحال کرانے کے لئے آپ کے پرچم تلے جمع ہوگئے، مجاہدین نے باوجود کئی روز کے فاقوں کے حوصلہ نہ ہارا اور بدستور غلبہ حق کے لئے برسرپیکار رہے، جب پشاور فتح ہوا تو امیر المومنین کے حکم سے فوری طور پر شرعی قوانین کا نفاذ کردیا گیا اور مولوی مظہر علی عظیم آبادی کو پشاور کا قاضی مقرر کیا گیا، پشاور تھوڑے ہی عرصہ میں امن وسکون کا علاقہ بن گیا، شہر میں بھنگ چرس افیون وغیرہ کی فروخت بند ہوگئی، طوائف اور فاحشہ عورتیں جو ہزار ہا کی تعداد میں تھیں شہر چھوڑ گئیں یا پھر ہمیشہ کے لئے تائب ہوگئیں۔

رسوم جو خلاف شرع تھیں کا خاتمہ کردیا گیا، تحصیل عشر اور انتظام ملک کے لئے جابجا تحصیل وار مقرر کردئے گئے، غرض کہ سید احمد شہیدؒ نے علاقہ پر کنٹرول حاصل کرتے ہی حکومت الہیہ قائم کردی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ کے دور خلافت میں ہی صحیح معنوں میں حکومت الہیہ قائم ہوئی، مگر افسوس کہ یہ دور بہت مختصر ثابت ہوا اور سرداران علاقہ نے جنہیں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے زیادہ اپنی حاکمیت عزیز تھی غداری کی، حضرت امیر المومنینؒ کو جنرل ونٹورا اور جنرل بدھ سنگھ کی فوجیں تو شکست نہ دے سکیں مگر دربار لاہور اور انگریز کی چالبازیوں اور سازشوں نے اپنا کام کردکھایا اور اپنے ہی ساتھیوں کی غداری کی بناپر فتح شکست میں بدل گئی، شکست پشاور کے بعد آپ بالاکوٹ تشریف لائے اور یہیں اس جہاد فی سبیل اللہ کا آخری معرکہ ہوا، سکھ جرنیل راجہ شیر سنگھ غداروں کے بل بوتے پر مجاہدین کو گھیر لینے میں کامیاب ہوگیا، شدید جنگ کے بعد اسی مقام پر ۶رمئی ۱۸۳۱ء کو حضرت خلیفۃ المسلمین سید احمد شہید بریلوی اور امام المجاہدین شاہ محمد اسماعیل دہلوی داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ مسلمانوں کی مذہبی شخصی آزادی کی جنگ انہوں نے محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کرنے کے لئے لڑی تھی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جام شہادت نوش کیا، ارشاد خداوندی ہے ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہو وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں، مگر تم نہیں سمجھتے“

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بقیہ حقیقی کامیابی کا اسلامی تصور:

(۶) اللہ تعالیٰ نے انھیں جو کچھ مال ودولت سے نوازا ہے اس میں دوسرے انسانوں کا حق پہچانتے ہیں، اسے سینت سینت کر نہیں رکھتے، بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔”پس رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔“ (الروم:۳۸) ”اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو۔ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔“ (التغابن:۱۶)

(۷) وہ شیطان کے بہکاوے میں نہیں آتے اور غلط کاموں میں نہیں پھنستے: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔“ (المائدہ:۹۰) ”جس نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا اپنا ولی وسرپرست بنالیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔“ (النساء : ۱۱۹)

(۸) وہ اپنے نفس کی پاکی پر توجہ دیتے ہیں، اسے گناہوں سے آلودہ نہیں کرتے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں: ’یقیناً فلاح پاگیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبادیا۔ (الشمس:۹۔۱۰) اللہ سے ڈرتے رہو، شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہوجائے۔“ (البقرہ:۱۸۹)

(۹) وہ خود نیک بنے رہنے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ دوسروں کو بھی بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں: ”تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔“ (آل عمران ۱۰۴)

حقیقی نجات آخرت میں جہنم سے نجات ہے

انسان کی نجات کس چیز میں ہے؟ مختلف مذاہب اور نظریات اس کا الگ الگ انداز سے جواب دیتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ اصل نجات آخرت کی نجات ہے۔ مرنے کے بعد تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور ان سے دنیوی زندگی کے کاموں کا حساب لے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کیا ہوگا، اس کے احکام اور تعلیمات کو جھٹلایا ہوگا اور برے کام کیے ہوں گے، اس کی سزا میں وہ انھیں جہنم میں ڈال دے گا۔ لیکن جن لوگوں نے دنیا میں اس کے احکام پر عمل کیا ہوگا اور اچھے کام کیے ہوں گے، ان کو وہ جہنم سے بچالے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں: ”قیامت کے روز تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا جہنم میں متکبروں کے لیے کافی جگہ نہیں ہے؟ اس کے برعکس جن لوگوں نے یہاں تقویٰ اختیار کیا ہے، ان کے اسبابِ کامیابی کی وجہ سے اللہ ان کو نجات دے گا۔ ان کو نہ کوئی گزند پہنچے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ (الزمر:۶۰۔۶۱)

”اس دن جو سزا سے بچ گیا اس پر اللہ نے بڑا ہی رحم کیا۔ اور یہی نمایاں کامیابی ہے۔“ (الانعام:۱۶)

قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جو دنیا کی عارضی کامیابیوں پر پھولے نہ سمائیں، بلکہ آخرت کی زندگی کو اپنے پیش نظر رکھیں، اس کے لیے تیاری کریں اور وہاں کامیابی حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید میں جن اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ہندوستان تو آزاد ہو گیا، مگر اسکول آزاد نہیں ہوئے

گرچرن داس (ٹائمس آف انڈیا، ۶ر فروری ۲۰۲۰) **ترجمہ: محمد عادل فریدی**

ایک اور یوم جمہوریہ آیا اور ہماری آرزوؤں اور مایوس کن حقیقت کے درمیان المناک خلا کا احساس دلاتا ہوا رخصت ہو گیا۔ ستر سال سے ہماری خواہش ہے کہ ہمارے بچے آزاد فکر، خود اعتماد، بے باک اور اختراعی صلاحیت کے حامل ہندوستانی بنیں۔ مگر ہمارے تعلیمی نظام نے ان کو ناکارہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ ہر سال والدین کو اپنے بچوں کو معقول اسکول میں داخلہ کرانے کی جدو جہد میں لمبی لمبی لائنوں میں کھڑا دیکھنا دل دکھا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر اس کوشش میں ناکام ہو جاتے ہیں، کیوں کہ اچھے اور معیاری اسکولوں میں ان کے بچوں کو داخلہ نہیں مل پاتا ہے، کیوں اچھے اسکولوں کی تعداد کھانے میں نمک کے برابر ہے۔ ہر سال سالانہ تعلیمی رپورٹ کی حالت مایوس کن خبر لاتی ہے، حال یہ ہے کہ درجہ پنجم کے پچاس فیصد سے بھی کم طلبہ درجہ دوم کی کتاب کا ایک پیراگراف پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں، یا ریاضی (حساب) کا جوڑ گھٹاؤ کر پاتے ہیں۔ کچھ ریاستوں میں دس فیصد سے بھی کم اساتذہ ٹیچر ایلی جبلٹی ٹیسٹ (TET) پاس کیے ہوئے ہیں۔ اتر پردیش اور بہار میں چار میں سے تین اساتذہ درجہ پنجم کی ریاضی کی کتاب کا فیصد والا جوڑ گھٹاؤ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ سائنس اور ریاضی پڑھنے کے ایک بین الاقوامی امتحان (PISA) میں ۷۴ر ممالک میں سے ہندوستان نے ۷۳ر ویں پوزیشن حاصل کی۔

چونکہ اچھے اور معیاری سرکاری اسکول تقریباً ناپید ہیں، اس لیے والدین اپنے بچوں کو پرائیوٹ اسکولوں میں بھیجنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ سرکار کے ڈی آئی ایس ای ڈاٹا کے مطابق ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۵ء کے درمیان سرکاری اسکولوں میں داخلہ میں ایک کروڑ دس لاکھ کی کمی آئی جبکہ اس درمیان پرائیوٹ اسکولوں میں داخلہ میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کا اضافہ ہوا۔ اگر یہی رفتار رہی تو ۲۰۲۰ء میں ایک لاکھ تیس ہزار نئے پرائیوٹ اسکولوں کی ضرورت ہوگی۔ لیکن اس بڑی تعداد میں پرائیوٹ اسکول نہیں کھل رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پرائیوٹ اسکول کھولنے میں بڑی دشواریاں ہیں، ایک ایماندار آدمی کو ایک اسکول کھولنے کے لیے کم از کم ۳۰ سے ۴۵ر اجازت نامے درکار ہیں۔ مختلف ریاستوں کے اعتبار سے اجازت ناموں کی تعداد مختلف ہے۔ اور بیشتر اجازت ناموں کا حصول رشوت کے بغیر ممکن نہیں ہے، یہ سارا کاروبار ہی رشوت کے ارد گرد گھومتا ہے۔ سب سے بڑی رشوت تو Essentially Certificate (یہ ثابت کرنا کہ اس جگہ اسکول کی ضرورت ہے) حاصل کرنے میں اور منظوری حاصل کرنے میں لگتی ہے۔ پرائیوٹ اسکولوں کی کمی کی ایک وجہ بعض ریاستوں میں فیس کنٹرول بھی ہے، مشکلات کی شروعات رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ سے ہوئی ہے۔ سرکار کو یہ احساس ہو گیا کہ سرکاری اسکول ناکام ہیں تو اس نے پرائیوٹ اسکولوں کے لیے لازمی کر دیا کہ وہ اپنے اسکول میں ۲۵ر فیصد سیٹیں غریب طلبہ کے لیے ریزرو کر دیں۔ یہ ایک اچھا خیال تھا، لیکن اس پر عمل درآمد کا معاملہ بہت ہی ناقص ہے۔ کیوں کہ ریاستی سرکاریں ریزروڈ طلبہ کے لیے پرائیوٹ اسکولوں کو مناسب معاوضہ نہیں دیتی ہیں۔ اس لیے باقی ۷۵ر فیصد طلبہ سے ہی ان پچیس فیصد طلبہ کی فیس کی کمی پوری کی جاتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ طلبہ کی فیسوں میں بے پناہ اضافہ کیا جانے لگا ہے اور اس کی وجہ سے والدین پر اضافی بوجھ پڑ رہا ہے۔ اس صورت حال پر قابو پانے کے لیے بعض ریاستوں نے پرائیوٹ اسکولوں کی فیس پر کنٹرول کیا ہے، جو دھیرے دھیرے اسکولوں کی مالی حالت کو کمزور کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں پرائیوٹ اسکولوں کو زندہ رکھنے کے لیے اسکول کے مالکان نے بھی پیسے بچانے کے لیے معیار سے سمجھوتا کرنا شروع کر دیا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پرائیوٹ اسکولوں کے معیار میں بھی کمی آنے لگی ہے۔ کچھ اسکول تو بند ہی ہو چکے ہیں۔ پرائیوٹ اسکول کی خود مختاری پر تازہ حملہ یہ کیا گیا ہے کہ پرائیوٹ نصابی کتابوں کو بین کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ ۲۰۱۵ء میں وزارت برائے فروغ انسانی وسائل نے اسکولوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ صرف سرکار کے ذریعہ چھپنے والی این سی ای آر ٹی کی کتابیں ہی پڑھائیں۔ اس میں دقت یہ ہے کہ این سی ای آر ٹی کی کتابوں کے معیار میں کمی اور ان کی دستیابی میں تاخیر والدین کی تشویش کو بڑھا رہی ہے۔ آکس فیم (Oxfam) نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ انہوں نے ۲۰۱۵ء میں دس ریاستوں کے جن اسکولوں کا سروے کیا ان میں سے نصف میں کتابیں دستیاب نہیں ہوئی تھیں۔ گرچہ این سی ای آر ٹی کی کتابوں کا معیار اچھا ہوا ہے، لیکن پرانے لکھے ہوئے سیکھنے کے طریقے برقرار ہیں۔ اساتذہ "ہیلو انگلش" اور "گوگل بولو" جیسے حیرت انگیز اور مفید ایپس سے غافل ہیں جو تیزی کے ساتھ ہندوستانی طلبہ کو انگریزی بولنے میں ماہر کر سکتے ہیں۔ ماہرین تعلیم کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ پرائیوٹ پبلشرز کی کتابوں پر پابندی لگانے سے ہندوستانی طلبہ دنیا میں جاری تدریسی انقلاب سے کٹ کر رہ جائیں گے، خاص کر ڈجیٹل لرننگ کے معاملہ میں کافی پیچھے رہ جائیں گے۔ اور یہ کمی ان کو تدریسی معیشت کے میدان میں ملازمت کے مواقع حاصل کرنے میں پیچھے کر دے گی۔

یہ المیہ ہے کہ ایشیا کا بیشتر اعلیٰ کارکردگی والا تعلیمی نظام مخالف سمت میں جا رہا ہے۔ وہاں سرکاری پبلشر کی کتابوں کے استعمال کی پابندی کو ختم کیا جا رہا ہے اور متعدد پبلشروں کی کتابوں کے استعمال کی آزادی دی جا رہی ہے۔ اس سے طلبہ کی کارکردگی میں اضافہ ہو رہا ہے، اور ایک کتاب اور ایک امتحان کی قید سے وہ باہر آ رہے ہیں۔ کیوں کہ ایشیائی اساتذہ اب مختلف الانواع طریقہائے تدریس کے استعمال پر قادر ہو رہے ہیں۔ وہ طلبہ کے اندر تنقیدی فکر اور مسائل کو حل کرنے کا مزاج پیدا کرنے کے لیے دلچسپ اور قابل توجہ طریقہ تدریس استعمال کر رہے ہیں۔ چین نے ۱۹۸۰ء کی دہائی کے اواخر میں ہی نیشنل ٹیکسٹ بک پالیسی کو ترک کر دیا اور متعدد پرائیوٹ پبلشرز کی نصابی کتابوں کو استعمال کرنے کی ترغیب دی تا کہ طلبہ حقیقی زندگی کے مفاد اور جدید معاشرہ کے تجربات کو مربوط کر سکیں۔ لبرلائزڈ سسٹم (آزادانہ نظام تعلیم) میں طلبہ متعدد کتابیں خریدنے پر مجبور نہیں ہوتے، بہت سے ملکوں میں طلبہ کو کرایے پر کتابیں دی جاتی ہیں اور پھر ان سے واپس لے لی جاتی ہیں، اس طرح ایک کتاب کئی برسوں تک استعمال ہوتی ہے۔ کامیاب ایشیائی ممالک لگاتار پبلشرز کے ساتھ کام کرتے ہیں اور نصابی کتابوں کے مشمولات، کیوریکولم اور اساتذہ کی تربیت کے معاملہ میں مسلسل تجربات اور ان میں اصلاح کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جمہوریت کے قیام کے ستر سالوں کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ پرائیوٹ اسکولوں کو ان کی خود مختاری دی جائے۔ ۱۹۹۱ء کی اصلاح نے انڈسٹریز کو تو آزادی دے دی لیکن ہمارے اسکولوں کو نہیں، جو ابھی بھی لائسنس راج کے اندر دبے ہوئے کراہ رہے ہیں۔ ان سب کے باوجود ہندوستان کی ترقی میں پرائیوٹ اسکولوں کی حصہ داری ناقابل فراموش ہے۔ پرائیوٹ اسکولوں کے فارغین ہر پیشے، صنعت، سول سروسز اور بزنس میں ٹاپ رینک پر قابض ہیں۔ پرائیوٹ اسکولوں کے فارغین نے ہی ہندوستان کو سوفٹ ویر میں عالمی معیار کی طاقت بنایا ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ ہندستان اپنی سوشلسٹ منافقت کو ترک کرے جو پرائیوٹ اسکولوں کو منافع کمانے سے تو منع کرتی ہے، لیکن سرکاری مشینری کو انہیں پرائیوٹ اسکولوں سے بڑی بڑی رشوت لے کر اپنی جیبیں گرم کرنے پر خاموش رہتی ہے۔ اسکولوں کو زندہ رہنے کے لیے منافع کمانا ضروری ہے، اور وہ منافع کمائیں گے۔ منافع ہوگا تو وہ معیار میں بھی اضافہ کریں گے اور ملک میں اچھے اسکولوں کی کمی کو بھی پورا کریں گے۔ اگر صرف یہی ایک تبدیلی کر دی جائے کہ تعلیم کو غیر منافع بخش سیکٹر سے منافع بخش سیکٹر بنا دیا جائے تو اسی سے ہمارے تعلیمی نظام میں ایک بڑا انقلاب آسکتا ہے۔ اس سے تعلیم کے میدان میں سرمایہ کاری تیزی سے بڑھے گی، جس سے معیار اور انتخاب میں بھی اصلاح ہوگی۔ پرنسپلز کو جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا یا انہیں چور نہیں کہا جائے گا۔ آج ہندوستان کا ہر شہری انتخاب اور تقابل کی قیمت کو سمجھتا ہے، جس طرح سے وہ پانی اور بجلی کی قیمت دیتا ہے اسی طرح اپنے بچوں کی اچھی اور معیاری تعلیم کے لیے بھی قیمت چکانے کو تیار ہے۔ ایک آزاد ملک میں کیوں اس کو روکا جائے ایک اچھے اسکول میں زیادہ فیس دینے سے یا ایک اچھی نصابی کتاب خریدنے سے؟

> **اصلاح دونوں جانب ہونی چاہئے، پرائیوٹ اسکول کی خود مختاری کے معاملہ میں اور سرکاری اسکول کے معیار میں**

حکومت کو پرائیوٹ اسکولوں پر نکیل کسنے کے بجائے سرکاری اسکولوں کے معیار کو بہتر بنانے پر توجہ دینی چاہئے۔ اس کی شروعات کرنے کے لیے اس کو دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے:

(۱) غیر جانبدار ہو کر تعلیمی نظام کو بہتر بنایا جائے اور سرکاری اور پرائیوٹ اسکولوں کے معیار کو برابر کرنے کی کوشش کی جائے۔ (۲) زیادہ سے زیادہ معیاری سرکاری اسکول کھولے جائیں۔

آج مفادات کا تصادم ہے، جو انتظامیہ کو شبہات میں ڈالتا ہے، جس کے نتیجے میں نقصان دہ پالیسیاں بنتی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ پرائیوٹ اسکولوں کو آزادی دی جائے اور ہم ایک ایسا یوم جمہوریہ دیکھ پائیں جب اسکولوں کے باہر لگی یہ لمبی لائینیں چھوٹی ہو جائیں اور حقیقت ہماری آرزوؤں کے قریب تر آجائے۔

(مضمون میں ظاہر کیے گیے خیالات مضمون نگار کے ذاتی ہیں، ادارہ کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

ملک کے محافظین سے حکومت کا امتیازی سلوک

فوج کے بیشتر کارناموں کا کریڈٹ لے کر اپنی پیٹھ خود تھپتھپانے والی مودی حکومت ویسے تو سرحدوں پر تعینات ملک کے محافظین اور صنف نازک کے حوالے سے بڑے بڑے دعوے کرتی رہتی ہے اور انتخابات میں بی جے پی کے لیڈر فوج کی کارکردگی کو "مودی کی کارکردگی" ثابت کر کے جذباتی عوام کا ووٹ حاصل کرنے کی جگاڑ میں رہتے ہیں لیکن انتخابات کے بعد بی جے پی جس کے نام پر ووٹ مانگ رہی تھی، حکومت بننے کے بعد انہیں جوانوں سے اگلے انتخابات تک منہ موڑ لیتی ہے۔ حکومت کی عدم توجہی کا نتیجہ ہے کہ فوج میں خودکشی کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ بیان بازی سے اوپر اٹھ کر ملک کے محافظوں کے مسائل کا تدارک کیا جائے اور انہیں وہ سہولیات فراہم کی جائیں جن سے فوجیوں کو ذہنی کشیدگی سے نجات مل سکے۔

چند روز کی ہی بات ہے جب وزیر اعظم نریندر مودی دہلی کے کڑکڑ ڈوما علاقے میں ملک فوج کی حالت سدھارنے کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی پیٹھ تھپتھپا رہے تھے، اسی وقت سیاچن، لداخ اور ڈوکلام میں موجود ہندوستانی فوجیوں کو خوراک کی کمی، برف پر چمکتی تیز دھوپ سے بچنے کے لئے لگائے جانے والے مخصوص چشمے اور جوتے تک نہ مل پانے کی خبریں سامنے آئی ہیں۔ ۱۸ر سے ۳۲ر ہزار فٹ بلندی والے سیاچن اور دوسرے برفیلے فارورڈ پوسٹ میں جوانوں کے پاس ان چیزوں کی کمی کی بات سی اے جی کی تازہ رپورٹ میں کہی گئی ہے جسے کچھ دن پہلے ہی راجیہ سبھا میں پیش کی گئی تھی۔

سی اے جی کی رپورٹ میں جو کہا گیا ہے وہ انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم کسی بھی غیر متوقع صورت حال کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جوانوں کے پاس اس طرح کی چیزوں کی کمی پہلے بھی رہی ہے اور فوج کے پاس ہتھیاروں اور دیگر ساز و سامان کی کمی کا معاملہ واضح طور پر ۱۹۹۹ء کی کارگل جنگ کے وقت سامنے آیا تھا۔ کارگل کے ۱۶ر سال بعد جنرل وی پی ملک نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حالانکہ حالات تب سے بہتر ہیں لیکن فوج آج بھی اسلحہ اور دیگر ساز و سامان کی کمی سے پریشان ہے۔ (**نواب علی اختر**)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

کوروناوائرس کی پیشین گوئی کرنیوالے ڈاکٹر کی موت

کوروناوائرس کی زد میں آکر اس کے پھیلنے کے تعلق سے چین میں پیشین گوئی اور خبردار کرنے والے ڈاکٹر لی وینلیانگ کو پہلے پولس نے خاموش کرنے کی کوشش کی پھر موت نے ان کی زبان بند کردی۔انہوں نے سب سے پہلے اپنے ساتھی ڈاکٹروں کو اس بیماری سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی۔پچھلے سال جب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کوروناوائرس کے حوالے سے آگاہ کرنا شروع کیا تو بات پھیلنے پر چینی پولیس نے انہیں وارننگ بھی دی تھی۔(یواین آئی)

چین میں کوروناوائرس کے ۳۴۳۳ ۱/ نئے معاملات کی تصدیق

چین میں مہلک کوروناوائرس کے ۳۴۳۳ ۱/ نئے معامات کی تصدیق ہوئی ہے اور ۷۳/ مزید مریضوں کی موت ہونے کے ساتھ ہی اس سے اب تک مرنے والوں کی تعداد ۶۳۶/ تک پہنچ گئی ہے۔چینی میڈیکل حکام نے جمعہ کو اطلاع دی کہ انہوں نے ۳۱/ صوبائی سطح کے علاقوں، ژ جیانگ پروڈکشن اور کنسٹرکشن کورپس میں کورونا وائرس کے ۳۴۳۳ ۱/ نئے معاملات کی تصدیق کی اور اس وائرس سے متاثر ۷۳/ اور لوگوں کی موت کی تصدیق کی ہے۔(یواین آئی)

کشمیر معاملہ میں سعودی عرب کا اوآئی سی میٹنگ بلانے سے انکار

جموں وکشمیر کے خصوصی ریاست کا درجہ ختم کرکے اسے مرکز کے زیرانتظام دو علاقوں میں تقسیم کرنے کے معاملہ کو لے کر پاکستان کی جانب سے اوآئی سی میٹنگ بلانے کے مطالبہ کو سعودی عرب نے رد کردیا ہے۔پاکستان کشمیر کے مسئلہ کو اسلامک تعاون تنظیم (اوآئی سی) کی میٹنگ میں اٹھانے کا خواہش مند تھا لیکن سعودی عرب کے منع کرنے سے اس کا منصوبہ ناکام ہوگیا ہے۔(یواین آئی)

ایرانی جیل میں قید ساٹھ سالہ محققین شادی کی اجازت کے طلبگار

ایران اور فرانس کی دوہری شہریت کی حامل ممتاز ماہر بشریات فریبا عادل خواہ اور ان کے ہمکار افریقی علوم کے ماہر اور فرانسیسی محقق رولاند گابریئل مارشل نے جمعہ کو ایران کے اوین جیل کے حکام کو شادی کرنے کی اجازت کے لیے علیحدہ علیحدہ درخواستیں پیش کیں، ان دونوں کے وکیل سعید دھقان کے مطابق فریبا اور مارشل دونوں کی عمریں ساٹھ سال سے زائد ہیں، یہ دونوں ایران کی اوین جیل میں خواتین اور مردوں کے الگ الگ حصوں میں ہیں، ان کے وکیل سعید دھقان نے فریبا کی صحت کے بارے میں تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اُن کی صحت روز بروز گررہی ہے کیونکہ وہ گزشتہ دسمبر سے بھوک ہڑتال پر ہیں۔فریبا کو جاسوسی کے الزام میں ۶/ جون ۲۰۱۹ء کو گرفتار کرکے جیل بھیج دیا گیا تھا، بعدازاں فرانسیسی محقق رولاند گابریئل مارشل، جو ان سے ملنے ایران آئے تھے، ان کو بھی ''قومی سلامتی کے خلاف سازش'' کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، دسمبر ۲۰۱۹ء میں فرانس نے پیرس میں ایرانی سفیر کو طلب کرتے ہوئے فریبا عادل خواہ اور رولان مارشل کی مہینوں سے نظربندی کو ''ناقابل قبول'' قرار دیا تھا، ساتھ ہی فرانسیسی حکام نے مطالبہ کیا تھا کہ دونوں فرانسیسی شہریوں کو قونصلر سے ملنے کی اجازت دی جائے۔تاہم اس بارے میں کوئی واضح بات سامنے نہیں آئی کہ آیا یہ اجازت دی گئی تھی یا نہیں؟(ڈوچے ویلے جرمنی)

یمن میں امریکی آپریشن میں القاعدہ کے اہم رہنما ہلاک

امریکی فورسز نے ایک آپریشن میں القاعدہ کے اہم رہنما قاسم الریمی کو ہلاک کردیا، جس کی تصدیق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی جانب سے بھی کردی گئی ہے۔قاسم الریمی ۲۰۱۵ء سے القاعدہ جزیرہ نما عرب کی سربراہی کررہے تھے جس کا مقصد خطے میں مغربی اثرورسوخ کو ختم کرنا اور امریکہ کی حمایت یافتہ حکومتوں کو گرانا ہے۔وائٹ ہاؤس کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ الریمی کی ہلاکت القاعدہ تحریک کو عالمی سطح اور جزیرہ نما عرب میں مزید کمزور کردے گی، اس ہلاکت کے بعد ہم اپنے قومی سلامتی کو لاحق خطرات کو ختم کرنے کے قریب ہوئے ہیں۔(نیوز ایکسپریس)

انڈونیشیا کی عدالت میں دماغی عارضے میں مبتلا خاتون کو سزا نہ دینے کا فیصلہ

انڈونیشیا کی ایک عدالت نے ذہنی طور پر معذور خاتون کو توہین مذہب کا مجرم قرار دینے کے باوجود جیل نہ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔گذشتہ سال جولائی میں سوزیتھی مارگریٹ نامی خاتون کی ایک ویڈیو وائرل ہوئی تھی، جس میں انھیں مسجد کے احاطے میں جوتوں سمیت داخل ہوتے دیکھا جاسکتا ہے، اس موقع پر ان کا پالتو کتا بھی ان کے ہمراہ تھا۔ویڈیو وائرل ہونے کے بعد انڈونیشیا، جو کہ ایک مسلم اکثریتی ملک ہے، میں اس حوالے سے شدید جذبات دیکھنے میں آئے۔اس لیے کہ مسلمانوں کے نزدیک کتا ناپاک جانور ہے اور اس کا مسجد میں لے جانا مسجد کی توہین ہے۔ اس معاملہ میں انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ کے نزدیک واقع قصبہ بوگور کی ایک عدالت نے مذکورہ خاتون کو توہین مذہب کا مجرم قرار دیا، تاہم عدالت کا کہنا تھا کہ دماغی عارضے میں مبتلا ہونے کے باعث خاتون کو ان کے کیے گئے اعمال کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔(بی بی سی لندن)

ایران میں سی آئی اے کے لیے جاسوسی کرنے والے شخص کو سزائے موت

ایران کی عدالتِ عالیہ نے امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کے لیے جاسوسی کرنے کے جرم میں عامر رحیم پور نامی ایک شخص کو سزائے موت دی ہے۔عدلیہ کے ترجمان غلام حسین اسماعیل کا کہنا تھا کہ عامر رحیم پور نے امریکہ کو ایران کے جوہری پروگرام کے بارے میں اطلاعات فراہم کرکے ''بہت رقم کمائی ہے۔''اس کے علاوہ مزید دو امریکی جاسوسوں کو جاسوسی کرنے کی پاداش میں دس سال اور قومی سلامتی کو خطرہ پہنچانے کے لیے پانچ پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی ہے ۔ابھی تک اس بارے میں امریکی حکومت یا سی آئی اے کی جانب سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا ہے۔(بی بی سی لندن)

بزنس روزگار وکیریئر

بھارت میں ہر دس میں سے ایک شخص کو کینسر ہونے کا خدشہ

عالمی ادارہ صحت کی تازہ ترین رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ آئندہ برسوں میں بھارت میں ہر دس میں سے ایک شخص کو کینسر کی بیماری ہوسکتی ہے اور ہر پندرہ میں سے ایک کینسر کے مریض کی موت واقع ہونے کا خدشہ ہے۔ورلڈ کینسر ڈے کے موقع پر جاری ہونے والی اس رپورٹ میں عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے کہا ہے کہ بھارت میں کینسر کے مریضوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔گزشتہ چند برسوں میں گیارہ لاکھ سے زیادہ نئے کیسز سامنے آئے ہیں۔اس دوران سات لاکھ چوراسی ہزار سے زیادہ لوگوں کی موت ہوچکی ہے، رپورٹ کے مطابق مردوں میں کینسر کے پانچ لاکھ ستر ہزار اور خواتین میں پانچ لاکھ ستاسی ہزار نئے کیسز کا پتہ چلا۔دہلی کے آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (ایمس) کے سرجیکل اونکولوجی شعبے کے سربراہ ڈاکٹر ایس وی ایس دیو کے مطابق اگلے چند برسوں میں کینسر کے ساٹھ فیصد کیس ایشیائی ملکوں میں ہوں گے، جس میں بھارت سب سے زیادہ متاثر ہوگا۔بھارت میں کینسر کے علاج کی نئی تکنیک اور دوائیں آنے کے باوجود کینسر سے بچنے کی شرح اب بھی ترقی یافتہ ملکوں کے مقابلے میں کم ہے، امریکہ اور یورپ میں ستر فیصد کینسر متاثرین بچ جاتے ہیں، لیکن بھارت میں چالیس فیصد ہی بچ پاتے ہیں۔یوں تو حکومت کینسر کی بیماری پر قابو پانے کے لیے اپنے طور پر متعدد اقدامات کررہی ہے لیکن اسپیشلائزڈ ڈاکٹروں کی کمی اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ڈاکٹر دیو کا کہنا ہے کہ اس وقت امریکہ میں کینسر کے ایک سو اور انگلینڈ میں چارسو مریضوں کے لیے ایک ڈاکٹر ہے، جب کہ بھارت میں سولہ سو مریضوں کے لیے ایک ڈاکٹر ہے انڈین کینسر سوسائٹی کی ایک رپورٹ بتاتی ہے کہ ۱۹۹۰ء سے ۲۰۱۶ء کے درمیان بھارت میں کینسر کے مریضوں میں اٹھائیس فیصد جب کہ اس بیماری سے مرنے والوں کی تعداد میں بیس فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔اگلے دس برسوں میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ لوگوں کو کینسر ہوسکتا ہے۔اس وقت بھارت میں صرف بڑے شہروں میں ہی کینسر کے ہسپتال ہیں۔ان میں بیشتر پرائیویٹ ہیں، جہاں علاج کروانا عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔کینسر کا علاج کافی مہنگا ہے، اس لیے بھارت میں مڈل کلاس اور غریب مریضوں کے لیے اس کا علاج کرانا بہت بڑا مسئلہ ہے۔تقریباً تیس فیصد مریضوں کے پاس ہی میڈیکل انشورنس ہے، بقیہ ستر فیصد مریضوں کو اپنی جیب سے پیسہ خرچ کرکے علاج کروانا پڑتا ہے، جو ان کے بس کی بات نہیں ہے۔(ڈی ڈبلیو)

مظاہروں سے گھبرائی حکومت کے دباؤ میں عالمی اردو کانفرنس ملتوی

اردو زبان کے فروغ کے لیے ہر سال ہونے والے ''عالمی اردو کانفرنس'' کو اس مرتبہ ملتوی کردیا گیا ہے۔یہ کانفرنس ۲۶ سے ۲۸/ فروری تک راجدھانی دہلی میں منعقد ہونے والی تھی ،لیکن اس میں شریک ہونے والے ادبا کو مطلع کردیا گیا ہے کہ فی الحال یہ ملتوی کردی گئی ہے۔اس تقریب کے انعقاد کو روکنے کے پیچھے مودی حکومت کا ہاتھ بتایا جارہا ہے۔الزام ہے کہ ملک میں شہریت ترمیمی قانون اور این آرسی کے خلاف ہورہے مظاہروں سے مرکزی حکومت اس قدر گھبرائی ہوئی ہے کہ اسے عالمی اردو کانفرنس میں بھی اس سیاہ قانون کے خلاف آواز اٹھائے جانے کا خدشہ لاحق ہونے لگا اور پھر آناً فاناً میں تقریب ملتوی کرنے کے لیے این سی پی یو ایل (قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان) پر دباؤ بنایا۔دراصل این سی پی یو ایل کے ذریعہ عالمی اردو کانفرنس کا انعقاد ہورہا تھا اور اس تقریب کے لیے کم وبیش ۱۰۰/ اردو دانشوروں کو دعوت نامہ بہت پہلے ہی بھیجا جاچکا تھا۔اس تقریب میں ۱۵/ مختلف ممالک کے مہمانوں کی شرکت بھی ہونی تھی۔اس کانفرنس کے ملتوی کیے جانے کی چوطرفہ مذمت ہورہی ہے، کہا جارہا ہے کہ حکومت کا این سی پی یو ایل پر عالمی اردو کانفرنس کینسل کرنے کے لیے دباؤ بنانا ادارہ کے داخلی معاملوں میں مداخلت کرنے کے مترادف ہے، چونکہ این سی پی یو ایل ایک خودمختار ادارہ ہے، اس لیے حکومت کو اس پر کسی طرح کا دباؤ نہیں بنانا چاہیے۔'' (قومی آواز)

راجیہ سبھا میں یونیورسٹیوں کی ستر ہزار سیٹوں کو جلد بھرنے کا مطالبہ

راجیہ سبھا میں ملک کی چالیس یونیورسٹیوں میں اساتذہ کی ستر ہزار خالی پڑی سیٹوں کو جلد بھرنے کا مطالبہ کیا گیا۔سماج وادی پارٹی کے ریوتی رمن سنگھ نے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ ان خالی پڑے ہوئے عہدوں کا برا اثر طلبہ پر پڑ رہا ہے، وقفۂ صفر میں یہ معاملہ اٹھاتے ہوئے رمن سنگھ نے کہا کہ صرف دہلی یونیورسٹی میں اساتذہ کے ۸۵۷/ عہدے خالی ہیں، دہلی، مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ کی یونیورسٹیوں میں کل ۲۵۱۴/ عہدے خالی ہیں، اے ایم یو میں ۴۰۴/ عہدے خالی ہیں، اسی طرح الہٰ آباد یونیورسٹی میں ۵۱۱/ عہدے خالی ہیں۔انہوں نے کہا کہ جیسے حالات ہیں، ایسی صورت میں مستقبل قریب میں ان عہدوں کو پر ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔(این ڈی ٹیوی)

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

طب وسائنس

کورونا وائرس

ڈاکٹر فیاض علیگ

کورونا وائرس یا کرونا وائرس (Coronavirus) ایک وائرس گروپ ہے جس کے جینوم کی مقدار تقریباً 26 سے 32 زوج قواعد تک ہوتی ہے۔ یہ وائرس ممالیہ جانوروں اور پرندوں میں مختلف معمولی اور غیر معمولی بیماریوں کا سبب بنتا ہے، مثلاً: گائے اور خنزیر کے لیے اسہال کا باعث ہے، اسی طرح انسانوں میں سانس پھولنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ عموماً اس کے اثرات معمولی اور خفیف ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات کسی غیر معمولی صورت حال میں مہلک بھی ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاج یا روک تھام کے لیے اب تک کوئی تصدیق شدہ علاج یا دوا دریافت نہیں ہوسکی ہے۔

وجہ تسمیہ : کورونا (corona) لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تاج یا ہالہ کے ہوتے ہیں۔ چونکہ اس وائرس کی ظاہری شکل سورج کے ہالے یعنی کورونا کے مشابہ ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کا نام " کورونا وائرس" رکھا گیا ہے۔

تاریخ: سب سے پہلے اس وائرس کی دریافت 1960 کی دہائی میں ہوئی تھی جو سردی کے نزلہ سے متاثر کچھ مریضوں میں خنزیر سے متعدی ہوکر داخل ہوا تھا۔ اس وقت اس وائرس کو ہیومن) انسانی(کرونا وائرس E229 اور OC43 کا نام دیا گیا تھا، اس کے بعد اس وائرس کی اور دوسری قسمیں بھی دریافت ہوئیں۔ عالمی ادارہ صحت کے ذریعہ نامزد کردہ nCov-2019 نامی کورونا وائرس کی ایک نئی وبا 31 دسمبر 2019ء سے چین میں عام ہوئی۔ جو کہ آہستہ آہستہ وبائی شکل اختیار کرچکی ہے۔ یہ وائرس اس لئے خطرناک ہے کہ یہ انسان سے انسان کے درمیان پھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ 25 جنوری 2020ء کو چین کے 13 شہروں میں ایمرجنسی لگا دی گئی ہے جبکہ وائرس کی شناخت یورپ سمیت کئی دوسرے ممالک میں بھی ہوچکی ہے۔

علامات کیا ہیں؟: اس نئے کورونا وائرس کی علامات ماضی میں امراض پھیلانے والے کورونا وائرسز سے ہی ملتی جلتی ہیں اور اس وقت جن افراد میں اس کی تصدیق ہوئی ہے ان میں سے بیشتر کو نمونیا جیسی علامات کا سامنا ہوا جبکہ کچھ میں زیادہ سنگین ردعمل بھی دیکھا گیا۔

24 جنوری کو معتبر طبی جریدے دی لانسیٹ میں اس مرض کے کلینیکل فیچرز پر تفصیلی تجزیہ شائع کیا گیا تھا اور اس رپورٹ کے مطابق مریضوں میں درج ذیل علامات سامنے آسکتی ہیں: بخار، جسمانی درجہ حرارت بڑھ جاتا۔ خشک کھانسی۔ تھکاوٹ یا مسلز میں تکلیف۔ سانس لینے میں مشکل۔ اس کی کم نمایاں علامات درج ذیل ہیں: کھانسی میں بلغم یا خون آنا۔ سر درد۔ ہیضہ۔ جب یہ مرض بڑھتا ہے تو مریضوں میں نمونیا کی تشخیص ہوتی ہے جس میں پھیپھڑے ورم کے شکار اور پانی بھرنے لگتا ہے، اس کو ایک ایکسرے میں دیکھا گیا اور تحقیق میں شامل 41 مریضوں میں اسے دیکھا گیا۔

کیا اس کا کوئی علاج موجود ہے ؟

کورونا وائرس کو بہت سخت جراثیم قرار دیا جاتا ہے جو انسانی مدافعتی نظام میں موثر طریقے سے چھپ جاتے ہیں اور اب تک ان کے لیے کوئی قابل بھروسا طریقہ علاج یا ویکسین تیار نہیں ہوسکی ہے جو ان کا خاتمہ کرسکے، بیشتر کیسز میں طبی عملہ اس کی علامات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے ایمرجنسیز پروگرام کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر مائیک ریان نے ایک پریس کانفرنس کے دوران بتایا تھا کہ کورونا وائرس کے حوالے سے کوئی طریقہ علاج موجود نہیں، کورونا وائرس سے متعلق وبا کے حوالے سے مریضوں کو مناسب نگہداشت خصوصاً نظام تنفس سپورٹ اور اعضا کی سپورٹ فراہم کی جاتی ہے۔ ایسا نہیں کہ ویکسین کی تیار ناممکن ہے، چینی سائنسدانوں نے وائرس کے جینیاتی کوڈ کا سیکونس بنانے میں انتہائی تیزی سے کام کیا، جس سے سائنسدانوں کو اس حوالے سے تحقیق اور اس پر قابو پانے کے ذرائع پر غور کرنے کا موقع ملے گا۔ سی این این کے مطابق یو ایس نیشنل انسٹیوٹ آف ہیلتھ نے پہلے ہی ایک ویکسین پر کام شروع کردیا ہے، مگر اسے متعارف کرانے میں ایک سال یا اس سے زیادہ وقت لگ سکتا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ 8 ہزار افراد کو متاثر کرنے والے سارس وائرس کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ یہ ایک مخصوص راستے پر چلتا ہے اور پھر لگ بھگ غائب ہوجاتا ہے، ایسی ویکسین نہیں جو اس وائرس کا خاتمہ کرے بلکہ ممالک کے درمیان موثر رابطے اور احتیاطی تدابیر اس کے پھیلاؤ کو روکنے میں مدد دیتی ہیں۔ ماہرین کے مطابق ہم یہ جان چکے ہیں کہ وبائی امراض کو ادویات یا ویکسین کے بغیر کنٹرول کیا جاسکتا ہے، جس کے لیے نگرانی کے عمل کو بڑھانے، مریضوں کو صحت مند افراد سے الگ کرنے، ان کے رابطوں کی ٹریکنگ، خطرے کے حوالے سے ذاتی احتیاط اور انفیکشن کنٹرول اقدامات سے مدد لی جاسکتی ہے۔

آپ اس کے خطرے کو کیسے کم کریں؟

چین کے بعد متعدد ممالک میں اس کے کیسز سامنے آچکے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ 2019 نوول کورونا وائرس مزید ممالک تک پھیل جائے۔ عالمی ادارہ صحت نے لوگوں کو اپنے تحفظ کے حوالے سے متعدد اقدامات کا مشورہ دیا ہے تاکہ اس سے بچ سکیں۔ اس مقصد کے لیے ہاتھوں اور نظام تنفس کی اچھی صفائی قابل ذکر ہے، آسان الفاظ سے ہر وہ کام جو آپ فلو یا نزلہ زکام کا خطرہ کم کرنے کے لیے کرتے ہیں، وہ اس کورونا وائرس سے بھی تحفظ فراہم کرسکتا ہے۔ یعنی اپنے ہاتھوں کو کم از کم 20 سیکنڈ تک صابن اور پانی سے دھوئیں۔ گندے ہاتھوں سے منہ، آنکھوں اور ناک کو چھونے سے گریز کریں۔ کھانسی اور چھینک کے دوران اپنے منہ اور ناک کو ٹشو سے ڈھک لیں اور پھر اس ٹشو کو کچرے میں پھینک دیں۔ ایسے افراد سے ذرا دور رہیں جن میں سانس کے امراض جیسے کھانسی اور چھینکوں کی علامات نظر آئیں۔ جن چیزوں کو اکثر چھوتے ہیں، ان کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ کچی یا ناقص طریقے سے پکی غذا سے گریز کریں۔ اگر نزلہ زکام یا فلو جیسی علامات کے شکار ہیں تو بغیر کسی تاخیر کے ماسک کو پہن لیں اور ڈاکٹر سے مزید احتیاطی تدابیر کے بارے میں پوچھیں۔

هفتۂ رفتہ

جامعہ رحمانی کے استاذ حدیث حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی کا انتقال

ایک بڑا علمی خسارہ: حضرت امیر شریعت

جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے استاذ حدیث حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رحمانیؒ رکن تاسیسی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اب دنیا میں نہیں رہے، حرکت قلب بند ہوجانے سے اپنے ابائی وطن بگھیلی ضلع سپول میں ان کا انتقال ہوگیا، وہ تقریباً ۸۷رسال کے تھے، اپنے پیچھے انہوں نے دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہیں، ان کے جنازہ کی نماز ان کے آبائی گاؤں بگھیلی ضلع سپول کی عیدگاہ میں جامعہ رحمانی مونگیر کے استاذ حدیث جناب مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری نے پڑھائی، اور آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ انکے جنازہ اور تدفین میں جامعہ رحمانی کے اساتذہ اور کارکنان پر مشتمل ایک وفد حاضر ہوا، جس میں مولانا عبدالعظیم صاحب رحمانی، مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی، مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری ،مولانا مجاہدالاسلام رحمانی شامل تھے۔ نماز جنازہ میں مولانا کے شاگردوں خانقاہ رحمانی اور جامعہ رحمانی کے مخلصین کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رحمانیؒ کے انتقال پر ملال پر خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشین مفکر اسلام، امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے شدید رنج وغم کا اظہار فرمایا ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی جامعہ رحمانی کے تربیت یافتہ ایک مستند عالم دین تھے، اور تین نسلوں کے استاذ تھے انہوں نے تقریباً ۴۰رسالوں تک جامعہ رحمانی میں تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دی، دوسری متداول کتابوں کے ساتھ ساتھ حدیث کی کئی کتابوں کا درس دیا۔ انہوں نے قرآن پاک اور حدیث شریف کی بڑی خدمت کی، ان کی خدمات کو برسوں نہیں بھلایا جاسکے گا۔ ایک لانبے عرصہ تک حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے دست باز و رہے اور خانقاہ رحمانی، جامعہ رحمانی، امارت شرعیہ، اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریکوں میں شانہ بشانہ شریک رہے، جب امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کی سرپرستی میں اسلامی قانون (متعلق مسلم پرسنل لا) کی تدوین خانقاہ رحمانی مونگیر میں ہورہی تھی تو حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی نے اس میں برابر شرکت کی اور قیمتی مشوروں سے نوازا، حضرت امیر شریعتؒ کے وصال کے بعد ہماری قیام گاہ پٹنہ میں جب اسلامی قانون کی تزئین وتنقیح کا کام ہوا تو مولانا اس میں بھی اہتمام سے شریک ہوتے رہے اور پوری دلچسپی کے ساتھ کاموں میں تعاون کرتے رہے، وہ ہمارے ساتھ کئی تحریکات میں شریک رہے، خاص طور پر مدارس اسلامیہ کنونشن کے وہ مجلس استقبالیہ کے جنرل سکریٹری رہے اور اس حیثیت سے انہوں نے قابل قدر خدمت انجام دی، انہوں نے خانقاہ رحمانی مونگیر میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سالانہ اجلاس میں بڑی ہمت اور محنت کے ساتھ نظم وانتظام کو سنبھالا اجلاس کے کامیاب انعقاد میں انکا بڑا ہاتھ تھا، وہ اچھے خطیب اور بہت کامیاب مدرس تھے، حضرت مولانا رحمانی نے کہا کہ ان کا انتقال صوبہ بہار کے لیے بڑا علمی خسارہ ہے، ان کا اور ان کے خانوادہ کا جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی سے بڑا گہرا رشتہ تھا، وہ جامعہ رحمانی کے لائق فرزند، سیکڑوں علماء کے استاذ اور بہترین منتظم تھے، اللہ تعالیٰ ان کے اگلے تمام مرحلوں کو آسان فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین) حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی کے انتقال کی خبر جیسے ہی پھیلی جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی کا ماحول سوگوار ہوگیا، جامعہ رحمانی میں ان کے لیے اہتمام کے ساتھ ختم قرآن اور ایصال ثواب کیا گیا، اور تعزیتی اجلاس منعقد کرکے خراج تحسین پیش کیا گیا جس میں جامعہ رحمانی کے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان نے شرکت کی۔

راشد العزیری ندوی

صدر جمہوریہ کا خطبہ مایوس کن۔ اپوزیشن

کانگریس سمیت دیگر اپوزیشن جماعتوں نے صدر رام ناتھ کووند کے خطاب کو مایوس کن بتایا اور کہا کہ اس میں ملک کو درپیش اہم مسائل کو شامل کرنے کی امید تھی لیکن صرف حکومت کی تعریف میں پوری تقریر ختم ہوگئی۔ کانگریس کے سینئر رہنما غلام نبی آزاد نے پارلیمنٹ ہاوس کے احاطے میں میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ شہریت ترمیمی قانون' نیشنل پاپولیشن رجسٹر، شہریت کا قومی رجسٹر کے سلسلے میں ملک بھر میں ہر عمر اور ہر طبقہ کے لوگوں کا ملک کی کئی ریاستوں میں گذشتہ ایک ماہ سے زیادہ عرصے سے تحریک چل رہی ہے۔ لیکن حکومت نے اس معاملے میں آج تک کسی بھی فریق سے بات تک نہیں کی اس کے برخلاف وہ مذہب کی بنیاد پر صف بندی کی سیاست کررہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی گرتی ہوئی اقتصادی صورت حال، بے روزگاری سمیت تمام امور پر کانگریس سمیت چودہ اپوزیشن جماعتوں نے بابائے قوم کے مجسمہ کے سامنے کالی پٹی باندھ کر مظاہرہ کیا۔ مسٹر آزاد نے کہا کہ سی اے اے، این پی آر اور این آر سی کے خلاف ملک کے بہت بڑے حصے میں ناراضگی ہے۔ اس کے خلاف تمام مذاہب' ذات اور صوبے کے لوگ شامل ہیں۔ کئی مقامات پر کئی ماہ سے لوگ سڑکوں پر تحریک کررہے ہیں۔ جس میں شیر خوار بچے سے لے کر نوے سال کی بزرگ خواتین شامل ہیں۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں حکمراں جماعت کی طلبہ تنظیموں نے نقاب پوش حملے کو انجام دیا جس کے خلاف ملک بھر کے نوجوانوں میں ناراضگی ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق جے این یو تشدد کے بعد ملک بھر میں اس کے خلاف کئی ہزار جلوس نکالے گئے۔ شہریت قانون اور جے این یو تشدد کے خلاف نوجوان سڑکوں پر ہیں۔ بی جے پی کی حکومت والی ریاستوں میں مظاہرہ کرنے والے تیس نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے اور اس دوران ہزاروں لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس راشٹریہ جنتا دل، سی پی ایم سمیت چودہ اپوزیشن جماعتوں کے اراکین صدر کے خطبہ کے دوران احتجاج کے طور پر اپنی سیٹوں سے ہٹ کر بیٹھے۔ صدر کے خطبہ میں کئی ایسی چیزوں کو شامل کیا گیا جو پانچ یا چار سال پرانی تھی۔ بے روزگاری، غریبی، بے کاری اور مہنگائی پر ان کی تقریر میں کچھ نہیں کہا گیا ہے۔ مجموعی گھریلو پیداوار جس تیزی سے گر رہی ہے، روپیہ تیزی سے گر رہا ہے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی گئی۔ مسٹر آزاد نے کہا کہ کشمیر کو مرکز کے زیر انتظامہ علاقہ بنانے کے بعد اسے تباہ کیا گیا ہے اور صدر نے اپنی تقریر میں وہاں تیزی سے ترقی کی بات کہہ کر انتہائی بھدا انداق کیا ہے۔ (یو این آئی)

اب سادھو وسنت بھی سی اے اے کے خلاف کھڑے ہوئے

متنازعہ سی اے اے کے خلاف احتجاج کے دوران یوپی کے پریاگ راج میں ہندو دھرم گروؤں کا احتجاج کی حمایت کرنے کا اعلان حکومت کے لیے مزید مشکلیں کھڑی کرسکتا ہے، ماگھ میلہ میں 'کلپواس' کے لیے آئے دھرم گروؤں نے پریاگ راج میں کئی دنوں سے جاری سی اے اے کے خلاف احتجاج کی حمایت کی اور شہریت ترمیمی قانون کو تقسیم کرنے والا بتایا ہے۔ سادھوؤں نے منصور علی خان پارک میں جاری احتجاجیوں سے ملاقات بھی کی اور حکومت کے لیے ''بدھی شدھی یگن' کا اہتمام کرنے کو کہا، احتجاجیوں سے خطاب کے دوران سنتوش آنند مہاراج نے کہا کہ سبھی سادھو اور سنت پُر امن احتجاجیوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔ شہریت ترمیمی قانون بھارت کے آئین کے خلاف ہے اور ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے خطرہ ہے، مہاراج نے یہ بھی کہا کہ سبھی طبقے کے لوگوں کو اس پُر امن طریقے سے احتجاج میں شامل ہونے کی ضرورت ہے۔ اس دوران ''ہندو۔ مسلم زندہ باد، سادھو سماج زندہ باد' کے نعرے بھی لگائے گیے۔ (ہفت روزہ دعوت ۲رفروری ۲۰۲۰ء)

بقیات

بقیہ صفحہ اول

واقعہ یہ ہے کہ حکومت ساورکر کے نظریہ پر آگے بڑھ رہی ہے، آر، ایس ایس کے گوالکر نے کہا تھا کہ ’’بھارت میں اگر انہیں (مسلمانوں کو) زندہ رہنا ہے تو اپنی ملی تشخصات کو چھوڑ کر، ہندوؤں میں گھل مل کر رہنا ہوگا، یا نہیں تو دوسرے درجہ کا شہری بن کر زندگی گذارنی ہوگی، جہاں نہ تو انہیں شہریت کا حق ہوگا، اور نہ کسی طرح کا ریزرویشن اور سہولیات فراہم ہوں گی تفصیلات کے لئے دیکھیں (M.S Golwalkar,we or our Nationhood Defind 1983,P47-48.)

این پی آر کے بعد این آر سی کا عمل دستاویز کی بنیاد پر ہوگا، اور دستاویز کو قبول یا رد کرنا، حکومت کے کارندوں کی صوابدید پر ہوگا، اولاً تو دستاویز دکھانا ہی مشکل کام ہے، غریبوں، عورتوں، خواجہ سراؤں، دلتوں، آدی واسیوں، رہائشی مزدوروں اور سماج کے دبے کچلے طبقے کے لیے اس پر قابو پانا کسی طور ممکن نہیں ہوگا، خصوصاً اس صورت میں جب ملک کو سیلاب و آتش زدگی کا سامنا ہر سال کرنا پڑ رہا ہو، ایسے میں کاغذ یا تو ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں تو ایک دوسرے سے الگ۔ رہ گئے ووٹر کارڈ اور دوسرے سرکاری دستاویزات تو ۱۷/دسمبر ۲۰۱۹ء کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں وزیر داخلہ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ’’ووٹر کارڈ اور دوسرے سرکاری دستاویزات سے شہریت ثابت نہیں ہوسکتی، آدھار کارڈ تو بالکل نہیں، ذرا سوچیے! سرکار کی طرف سے فراہم کردہ شناختی کارڈ بھی اگر شہریت کا ثبوت نہیں بن سکتے تو کون سے کاغذ سے شہریت ثابت ہوسکے گی۔

آسام کی مثال ہمارے سامنے ہے، وہاں انیس لاکھ لوگ این، آر سی سے باہر اس لیے نہیں رہ گئے کہ وہ غیر قانونی طور پر وہاں رہ رہے تھے، بلکہ وہ اس لیے باہر رہ گئے کہ ان کے پاس کاغذات نہیں تھے، بہت سے معاملوں میں بیوی کا نام ہے تو شوہر کا نہیں، والدین کا ہے تو بچوں کا نہیں، مطلب یہ ہے کہ گھس پیٹھیے ہونے کی تلوار صرف مسلمانوں پر ہی نہیں، بلکہ عام شہریوں پر لٹک رہی ہے، اور کسی کو بھی دستاویز پیش نہ کرنے پر ڈیٹینشن کیمپ میں غیر معینہ مدت کے لیے بھیجے جانے کا راستہ صاف ہے، صرف پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان سے آئے غیر مسلموں کے لیے سی اے اے کے تحت شہریت کے حصول کا دروازہ کھلا رہے گا، لیکن ایک مزدور جو دہلی، کولکاتہ، مدراس، ممبئی یا دوسری ریاستوں میں حصول معاش کے لیے رہ رہا ہے وہ کیسے یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں دوسرے ملک سے آیا ہوں اور زمانہ دراز سے یہاں رہنے کے بعد یہ مرحلہ کس قدر اذیت ناک اور پریشان کن ہوگا اس کا اندازہ ہندوستان کا ہر ایک شہری کرسکتا ہے۔ یہاں وزیر مملکت نتیا نند رائے کے اس بیان سے خوش فہمی میں نہیں مبتلا ہونا چاہیے کہ ابھی حکومت کا پورے ملک میں ان آر سی کرانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، امیت شاہ بھی ابھی کی بات نہیں کہتے وہ تو ۲۰۲۴ء تک اسے مکمل کرنے کی بات کر رہے ہیں، ہمیں ’’ابھی‘‘ پر بھروسہ نہیں ’’کبھی نہیں‘‘ کی بات کرنی چاہیے۔

اس بیچ حکومت نے ۱۰/جنوری ۲۰۲۰ء کو گزٹ کے ذریعہ سی اے اے کو نافذ کر دیا اور اس کے قبل اس نے ۹/جنوری ۲۰۱۹ء کو سبھی صوبوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کو ’’آدرش ڈیٹینشن سینٹر، ہولڈنگ سینٹر‘‘ کیمپ مینول بھیج دیا ہے اور ریاستی حکومتوں نے اس پر کام بھی شروع کر دیا ہے، ملک کا سب سے بڑا ڈیٹینشن کیمپ آسام کے گوالپاڑہ میں بن کر تیار ہو چکا ہے، جس میں تین ہزار لوگوں کو جانور کی طرح رکھا جا سکتا ہے، نیرول نیو ممبئی مہاراشٹرا، بنگلور و کرناٹک، مغربی بنگال کے نیوٹاؤن اور بنگاؤں میں بھی کیمپ کا کام جاری ہے۔

اس لیے ہمیں ہر حال میں سی اے اے کو واپس لینے، این آر سی سے باز آنے اور این پی آر سے غیر ضروری کالم کو حذف کرنے کے لیے مسلسل منظّم اور مربوط انداز میں تحریک چلانے کی ضرورت ہے، پورے ملک میں جو تحریک چل رہی ہے اس کو مؤثر بنانے کے لیے کام کرنا ہے، اور اس وقت تک لگے رہنا ہے جب تک ہمارے مطالبات پورے نہیں ہوجاتے، عدم تشدد کے راستے پر چل کر پر امن انداز میں قائدین کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اس تحریک کو انجام تک پہونچانا ہے۔

بقیہ حضرت مولانا صغیر احمد رحمانی

مولانا سے میری ملاقات کم وبیش دو دہائیوں کو محیط تھی، حضرت مولانا سید محمد شمس الحق صاحبؒ سے میرا وطنی تعلق تھا، اس لیے مولانا کی مجلسوں میں ان کا ذکر آتا رہتا تھا، مونگیر جب بھی جانا ہوتا تو مولانا سے ملاقات ہوتی، عمر کا اتنا فاصلہ تھا کہ میں ان کے شاگرد کا شاگرد تھا، اس لیے بے تکلف ہونے کی نوبت تو کبھی نہیں آئی، ناموس مدارس اسلامیہ کنونشن کے موقع سے مولانا میرے گھر بھی تشریف لے گیے تھے، میں نے شاہ میاں رہوا ضلع ویشالی میں اس کنونشن کو کامیاب کرنے کے لیے ایک جلسہ رکھا تھا، میں بھی اس کنونشن کے استقبالیہ کمیٹی کا ایک رکن تھا، اس موقع سے مولانا نے ابا بکر پور کی جامع مسجد اور شاہ میاں رہوا کے مدرسہ حفیظ العلوم کے صحن میں مسلمانوں کے بڑے اجتماع سے خطاب کیا تھا اور اس کے بعد میرے گھر تشریف لائے تھے، حضرت مولانا سید محمد شمس الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر بھی ساتھ تھے، میں نے ان دونوں کی صحبت ومحبت سے کافی فائدہ اٹھایا تھا، اس زمانہ میں میرا قیام مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی میں ہوا کرتا تھا اور میں وہاں مدرس کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہا تھا۔

امارت شرعیہ آنے کے بعد ملاقاتیں زیادہ ہونے لگیں، مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس بھی اس ملاقات کا سبب بنتا رہا، کئی جگہ اصلاح معاشرہ کے جلسوں میں ایک اسٹیج پر ہم لوگ ساتھ رہے اور میں نے ان کی تقریر سے بھرپور استفادہ کیا۔

ایسی بافیض شخصیت کا ہم سے جدا ہوجانا افسوس ناک ہی نہیں، الم ناک بھی ہے، لیکن شیوہ بندگی راضی برضاء الٰہی رہنا ہے، اس لیے ہم سب اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں، دعا مغفرت کے ساتھ پس ماندگان کے لیے اللہ سے صبر مانگتے ہیں۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۳۷/۱۵۰۵/۱۴۴۰ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بتیا مغربی چمپارن)

شہناز خاتون بنت مرتضیٰ قریشی مقام نکچھید ٹولہ، ڈاکخانہ وتھانہ موتیہاری ضلع مشرقی چمپارن۔ فریق اول

بنام

اعجاز قریشی ولد عبدالستار قریشی مقام ساگر پوکھرا وارڈ نمبر ۳۴ ڈاکخانہ وتھانہ بتیا ضلع مغربی چمپارن۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء بتیا مغربی چمپارن میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۲/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۸/مارچ ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۱/۴۷۲/۱۴۴۰ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ واسع پور دھنباد)

ترنم خان بنت محمد امتیاز احمد مقام امن سوسائٹی نمبر ۴ آزاد نگر بھولی ڈاکخانہ بھولی ضلع دھنباد۔ فریق اول

بنام

محمد قیس عالم خان ولد محمد ظہیرل خان مقام چینا کوڑی بازار پارا کواٹر نمبر ۱/۱۳ انزد ٹی ایم سی آفس ڈاکخانہ سندر چک ضلع ویسٹ بردوان۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ دھنباد میں عرصہ تقریباً دس مہینہ سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۱/رجب المرجب ۴۱ھ مطابق ۷/مارچ ۲۰۲۰ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۴۰/۱۱۱۳۷/۱۴۴۰ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ سوپول بیرول دربھنگہ)

نذرانہ خاتون بنت محمد مصطفیٰ مقام منسرا، ڈاکخانہ کوٹھراوں تھانہ جمال پور ضلع دربھنگہ۔ فریق اول

بنام

محمد مقیم ولد نامعلوم مقام نامعلوم ڈاکخانہ نامعلوم تھانہ نامعلوم ضلع نامعلوم۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء مدرسہ رحمانیہ سوپول بیرول دربھنگہ میں عرصہ ۳/سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۲/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۸/مارچ ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۷/۹۴/۱۴۴۰ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ پلاول ہزاری باغ)

شمع انجم بنت محمد مسلم خان مقام ہاشمیہ کالونی پگمل ضلع ہزاری باغ۔ فریق اول

بنام

محمد افسر حسین ولد محمد شکر اللہ مقام چترو چٹی گومیا ضلع ہزاری باغ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول شمع انجم بنت محمد مسلم خان نے آپ کے خلاف دارالقضاء مدرسہ حسینیہ ہزاری باغ میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۳/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۹/مارچ ۲۰۲۰ء روز سوموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

سمستی پور کے ستیہ گرہ میں قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی کا خطاب

''ہمارا یہ ملک جس کی روایت گنگا جمنی تہذیب رہی ہے، جہاں کی محبت والفت اور اتحاد کی مثال دی جاتی ہے آج اس پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے ہیں، یہاں کی عوام کے اندر نفرت کی بیج بوئی جارہی ہے، فرقہ پرستی کی آگ میں ڈھکیلا جارہاہیاوراس کے سیکولرڈھانچہ اوراس کے آئین وقوانین سے چھیڑ چھاڑ کیا جارہاہے، جس سے یہاں کے امن امان کو خطرات لاحق ہوگئے ہیں'' ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے جمعہ کے روز سمستی پور کے پرانا بس اسٹینڈ پر ہورہے احتجاجی مظاہرہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا، مولانا نے اپنے بیان میں کہا کہ اس وقت دیش کو بچانے اوراس کی حفاظت کے لیے ہماری مائیں اور بہنیں سڑکوں پراتر آئی ہیں، جن کی قربانیاں ایک نہ ایک دن ضروررنگ لائے گی، آپ نے دیکھا کہ جب سے یہ قانون لایا گیااسی وقت سے بلاکسی تفریق مذہب اس کی مخالفت شروع ہوگئی اور آج بھی جاری ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ آج بھی محبت اور بھائی چارے کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور سب لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ قانون کسی ایک مذہب اور برادری کے ساتھ بھید بھاؤ پر مبنی ہونے کے ساتھ ملک کے تمام باشندوں کے لیے نقصاندہ ہے اسی وجہ سے یہاں کی جنتا نے اسے نکارردیا۔سرکار یہ کہہ رہی ہے کہ یہ قانون شہریت دینے کے لیے لایا گیا ہے، چھیننے کے لیے نہیں، جب کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور لوگوں کے درمیان بھرم پھیلایا جارہاہے، کیونکہ جب پہلے ہی سے شہریت دینے کا قانون موجود ہے تواس کی ضرورت ہی نہیں تھی، اس کی سچائی یہ ہے کہ حکومت کاارادہ پورے ملک میں این آرسی لانے کا ہے اور یہاں کے شہریوں سے ان کی شہریت چھیننے کا ہے اور جب سب کی شہریت چھین جائے گی یا این پی آر کے ذریعے ان کو مشکوک قرار دے دیا جائے گا تب ان لوگوں کو جو ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی، جین مذہب کے ماننے والے ہیں ان کو بھی این آرسی کی لسٹ سے باہر ہونے کی وجہ سے ریفیوجی ثابت کرکے ان سے ان کی شہریت چھین لی جائے گی اور انہیں اس شرط پر شہریت سی اے اے کے ذریعے دے گی کہ وہ پہلے ثابت کرے کہ وہ پاکستانی، افغانی یا بنگلہ دیشی ہے تو کیا ملک کا اصل باشندہ اس بدنما داغ کے ساتھ ملک میں رہنا گوارہ کرے گا کیا یہ یہاں کے اصل باشندوں کی بے عزتی نہیں اور اگر کوئی اس داغ کے ساتھ رہنا گوارہ بھی کرلے تو اس سے پہلے کی ان کی جائداد کا کیا ہوگا، سی اے اے کے ذریعے یہاں کے اصل باشندوں کو دوسرے درجہ کا شہری ثابت کرکے ان سے ان کے اصل حقوق چھین لئے جائیں گے اوران کی جائداد ضبط کرلی جائے گی، اب لوگ اپنے ہی وطن میں غیر ملکی ہونے کا سرکار سے سرٹیفیکیٹ لیکر رہے گی، این آرسی کی لسٹ سے این آرسی کی مار ملک کے تمام باشندوں کو جھیلنی پڑے گی، ملک کی صورت حال یہ ہے کہ آج بھی بڑی تعداد میں لوگ غیر تعلیم یافتہ ہیں، کروڑوں لوگ ایسے ہیں جن کے پاس نہ اپنی زمین ہے اور نہ اپنا مکان، کروڑوں لوگ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے ہیں، کئی کروڑ آدی باسی بھائی اس ملک میں رہتے ہیں دلت اور پسماندہ طبقات کے کروڑوں لوگ یہاں رہتے ہیں حکومت کا فرض ہے کہ ان سب کو ترقی کے راہوں پر لاکر انہیں سہارا دے اوران سے ان کے کاغذات مانگ کر انہیں ملک بدر کرنے کی ناپاک کوشش نہ کرے۔

دیش نفرت کی سیاست سے نہیں محبت کے اصولوں سے چلے گا: محمد شبلی القاسمی

دیش نفرت کی سیاست سے نہیں محبت کے اصولوں سے چلے گا، اس دیش کی سنسکرتی اور مزاج میں امن، انصاف اور بھائی چارہ ہے، یہاں گنگا جمنا ساتھ میں بہتی ہے، یہاں ایسی حکمرانی اور ایسا قانون کبھی نہ کامیاب ہوا اور نہ ہوگا، جس قانون اور حکمرانی کا مقصد نفرت، فساد اور فرقہ پرستی ہو ملک کا قانون بھی مذہبی، لسانی اور علاقائی بنیاد پر کسی بھید بھاؤ اور عصبیت کی اجازت نہیں دیتا، ملک کے حکمرانوں کا فرض ہے کہ تمام طبقات کی ترقی، انصاف کی یکساں فکرمندی کرے اوراس کا نظام بنائے، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے ۶/فروری کو اُردو لائبریری چوراہا موتیہاری ضلع مشرقی چمپارن میں احتجاجی مظاہرہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا مولانا نے اپنے بیان میں فرمایا کہ افسوس یہ کہ موجودہ سرکار بھید بھاؤ کررہی ہے اور ترقی کے بجائے ملک کو زوال اور نقصان کی طرف لے جارہی ہے، جس سے ملک کی معیشت تباہ ہوکررہ گئی ہے اور ملک کا اتحاد بھی سخت خطرے میں ہے، این پی آر، سی اے اے اور این آرسی کا قانون بھی ملک میں بھید بھاؤ اور انارکی پھیلانے والا قانون ہے، جو کسی طرح ملک کے لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے، اسی لیے اس کے خلاف ملک کے تمام مذاہب اور علاقوں کے لوگ احتجاج کررہے ہیں، ملک کی خواتین نے اپنے گھروں کی حفاظت کے ساتھ ملک کی بھی حفاظت کا جھنڈا اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے، اس قانون سے کسی کا فائدہ نہیں ہونے والا ہے، اس قانون کے بعد این آرسی اور این پی آر کا ظالمانہ نظام ملک کے باشندوں پر تھوپا جائے گا۔این پی آر اور این آرسی ملک کا قانون سب پر نافذ ہوگا، چاہے وہ کسی دھرم کے ماننے والے ہوں۔ ملک کاغذات کے اعتبار سے اتنا پیچھے ہے کہ ملک کی اکثریت کے پاس کاغذات یا تو نہیں ہیں اگر ہیں تو بہت سی کمیاں ان میں ہیں، اس لیے اس قانون سے ملک کے باشندوں کا ناقابل تلافی نقصان ہوگا، اور پورا ملک افراتفری کا شکار ہوجائے گا، اس لیے حکومت کو فوری طور پر اس قانون کی واپسی کا فیصلہ لینا چاہیے اور جوابدہی کو سمجھنا چاہیے، غرور اورانا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے۔مولانا نے کہا کہ جب عوام کی رائے اس قانون کے خلاف آگ ء تو حکومت کا فرض ہے کہ ملک اور یہاں کی عوام کے مفاد میں اس قانون کو واپس لے، اور ملک سے بے چینی کو دور کرے اور اصل مسائل پر توجہ دے، مولانا نے موجود لوگوں کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ اپنا احتجاج پرامن بنائیں اور اس وقت تک جاری رکھیں جب تک سرکار قانون واپس نہ لے لے، اور خوف وہراس کو دل میں جگہ نہ دیں آپ کی ہمت اور آپ کا ارادہ ملک کو بچائے گا اور ملک کی مضبوطی میں اضافہ کرے گا۔

وفد امارت شرعیہ کا ضلع پورنیہ میں والہانہ استقبال

امارت شرعیہ کے ایک موقر وفد کا دعوتی دورہ مورخہ ۵/فروری سے ضلع پورنیہ میں شروع ہوچکا ہے، وفد کی قیادت نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد سہراب ندوی صاحب کررہے ہیں جب کہ وفد میں مفتی امارت شرعیہ مولانا احتکام الحق قاسمی، معاون ناظم مولانا قمرانیس قاسمی، قاضی شریعت پورنیہ مولانا ارشد قاسمی، قاضی شریعت باراعیدگاہ مولانا سرور عالم قاسمی، مبلغ امارت شرعیہ مولانا مزمل حسین قاسمی ومولانا سعوداللہ رحمانی شامل ہیں۔ وفد کا پہلا پروگرام صبح دس بجے سے مدرسہ تجوید القرآن بکرادھانگ، امور ضلع پورنیہ میں منعقد ہوا، آبادی کے مسلمانوں نے وفد امارت شرعیہ کا پرجوش اوروالہانہ استقبال کیا، اجلاس میں بڑی تعداد میں مسلمان مردوعورتوں نے شرکت کی، اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے قائد وفد مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب نے ملک کی موجودہ صورتحال اور مرکزی حکومت کی طرف سے لٹکائی گئی ظالمانہ قوانین کی تلوار کی خطرناکیوں کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ سے اے اے، این پی آر اور این آرسی تینوں قوانین ملک کے آئین ودستور پر کھلا ہوا حملہ اور ملک میں بسنے والوں کو توڑنے والا اوراس کو تباہی کی آگ میں جھونکنے والے ہیں، اس لئے پورا ملک اس کے خلاف کھڑا ہے، اوراس وقت تک کھڑا رہے گا جب تک کہ یہ ظالمانہ قوانین واپس نہ لئے جائیں، امارت شرعیہ نے اپنے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ کی رہنمائی میں گذشتہ کئی مہینوں سے عوام وخواص کے اندر بیداری پیدا کرنے کا کام تحریکی انداز میں کیا ہے اور آج بھی حضرت امیر شریعت کی قیادت میں پورے ملک کے اندر مضبوط محاذ بنا کر ان قوانین کے خلاف احتجاج کا کام جاری ہے، امارت شرعیہ ملک سے محبت رکھنے والے ہرفرد کو یہ پیغام دیتی ہے کہ اور خاص طور پر مسلمانوں کو متوجہ کرتی ہے کہ وہ اپنے کاغذات کی درستگی کے ساتھ اس کا احتیاط رکھیں کہ کسی فارم یا رجسٹر وغیرہ پر بغیر تحقیق کے نہ دستخط کریں نہ اس کو بھریں اور نہ اپنا کوئی کاغذ جمع کریں، موجودہ تینوں ظالمانہ قوانین کے خلاف جو بھی پرامن احتجاج یا دھرنا ہورہے ہیں ان میں برادران وطن کے ساتھ شرکت کریں اور اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے مسجدوں کو آباد کریں اور دعاؤں کا اہتمام رکھیں۔اس موقع پر یہ بات پوری وضاحت سے کہی گئی کہ امارت شرعیہ جو کہ مسلسل دن ورات ان قوانین کے خلاف کھڑی ہے اوراپنے اثرات سے اس مہم کو مضبوط بنانے کے لئے پوری طرح فکرمند ہیں۔ جناب مولانا مفتی احتکام الحق قاسمی صاحب نے اعمال کی اصلاح اور مشکل حالات میں دین پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ مشکلات وپریشانی قوموں کی زندگی کا حصہ رہی ہے، اور کامیاب وہی قوم ہوئی ہے جنہوں نے مشکل حالات میں حوصلہ مندی سے کام لیا، ضرورت ہے کہ ہم حوصلہ بلند رکھیں اوراپنے اعمال کی اصلاح پر توجہ دیں۔ جناب مولانا قمرانیس قاسمی صاحب نے وفد کی آمد کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور کہا کہ امارت شرعیہ ہمارا دینی وایمانی قلعہ ہے، آپ اپنا رشتہ مرکز سے مضبوط رکھیں اللہ کامیابی دے گا۔مولانا مزمل حسین قاسمی صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دئے اور مولانا سعوداللہ رحمانی نے اجلاس کے نظم ونسق کو سنبھالا۔

سی اے اے، این پی آر اور این آرسی نہیں

بلکہ حکومت تعلیم، صحت اور روزگار کے مواقع فراہم کرے: محمد شبلی القاسمی

سی اے اے، این پی آر اور این آرسی جیسے سیاہ قانون کسی بھی طرح بھارت دیش اور بھارتی عوام کے مفاد میں نہیں، یہ دیش اوراس کا مزاج جمہوریت کا ہے، یہاں کی کثرت میں وحدت اور مختلف مذاہب، زبان، رنگ ونسل کے وجود سے یہاں کی سرسبزی، خوشحالی اور ترقی ہے، بھارت دیش کی اسی پہچان نے دنیا کا سب سے بڑا اور مضبوط جمہوری ملک اسے بنایا، یہ باتیں داناپور پٹنہ میں ہورہے احتجاجی دھرنا سے خطاب کرتے ہوئے امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی نے کہیں، مولانا نے اپنے بیان میں فرمایا کہ یہاں جو بھی حکمراں ہوئے انہوں نے یہاں کے تمام باشندوں کا پورا پورا خیال کیا، اور کبھی انہوں نے اپنا مذہب اور دھرم لوگوں پر نہیں سونپا، تمام مذاہب کے لوگ ان کے دور حکومت میں اپنے اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ عمل کرتے رہے، آج بھی ہمارا یہ دیش جمہوری نظام وآئین سے چل رہا ہے، لیکن بدقسمتی سے آج ملک کی حکمرانی ان ہاتھوں میں چلی گئی جو نہیں سمجھتے کہ دیش کیا ہے؟ اس کی سنسکرتی اوراس کا مزاج کیا ہے، اور کتنی زبان اور دھرم کے لوگ اس ملک میں آباد ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کے حقوق کا تحفظ کس طرح ہوگا؟ سی اے اے، این پی آر اور این آرسی کا قانون ملک کے موجودہ حکمرانوں کی اس ذہنیت کو بتانے کے لیے کافی ہے، اسی وجہ سے ملک کے تمام لوگ اس قانون کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، آزاد ہندوستان میں پہلی بار ایسا ہوا کہ مرکزی سرکار کے کسی قانون کے خلاف ملک کی مختلف ریاستوں کی اسمبلی سے قرارداد منظور کرکے اس قانون کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا ہو، یہ قانون اس ملک کے تمام باشندوں بالخصوص غریب، پسماندہ، دلت سماج اور جھگی، جھونپڑی، کرایہ کے مکانوں میں زندگی گزارنے والوں اوران لوگوں کے خلاف ہے جن کے پاس زمین نہیں ہے، اسی طرح ان لوگوں کو برباد کرنے والا ہے جو تعلیم یافتہ نہیں ہیں، اس ملک میں کروڑوں لوگ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے، آدی باسی بھائیوں کی تعداد آٹھ کروڑ سے زیادہ ہے، کروڑوں لوگوں کے پاس زمین نہیں ہے، ۱۹۷۰ء کے سروے میں اس ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد صرف ۳۴/فیصد تھی بھلا اس ملک میں لوگ کہاں سے اپنی اور اپنے ماں باپ کی سرٹیفیکیٹ اور دستاویز پیش کرسکیں گے، خود برتھ سرٹیفیکیٹ کا قانون ۱۹۸۵ء میں لاگو ہوا، یہاں ہرگز این، پی آر این آرسی اور سی اے اے کی ضرورت نہیں ایسی باتیں ملک میں کہنا اور کرنا ناسمجھی کی باتیں ہیں، یہاں ضرورت ہے تعلیم کی روزگار اور صحت کے مواقع پیدا کرنے کی، ملک کو ترقی اور محبت کی راہ پر لے جانے کی، اس لیے دیش کے باشندوں کا مطالبہ ہے کہ مرکزی حکومت فوری طور پر ایسے قانون واپس لے اور ملک کے عوام کے جذبات اوران کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری نبھائے، تاکہ ملک کے اتحاد ملک کی سالمیت اوراس کی گنگا جمنی تہذیب خطرے میں نہ پڑے۔اجلاس میں بڑی تعداد میں مختلف مذاہب اور علاقہ کے لوگ شریک ہوئے اور سب نے سرکار سے بھید بھاؤ اور نفرت کی سیاست بند کرنے اور ملک کے بنیادی ڈھانچے کی حفاظت کرنے کا مطالبہ کیا۔

Volume:60/70,Issue:06 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں
جب بولنے لگے تو ہمیں پر برس پڑے
(نامعلوم)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

خواتین کے خلاف جرائم

گذشتہ دنوں شمس آباد کے قریب ایک خاتون ڈاکٹر کے اغواء، عصمت ریزی اور قتل کے واقعہ کی سارے ملک میں مذمت کی گئی ۔اس واقعہ نے سماج کے تقریبا ہر طبقہ کو دہلا کر رکھ دیا۔آج ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ آیا انسانیت اب بھی باقی رہ گئی ہے؟اگر اس طرح سے بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتوں سے کھلواڑ ہوگا اور انہیں ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا جائیگا تو پھر انسانیت کا نام ونشان ہی مٹ جائیگا۔ یہ جرائم سماج کے کچھ گوشوں کی پستی کو ظاہر کرتے ہیں،لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس طرح کے واقعات صرف کسی شہر یا کسی متاثرہ لڑکی تک محدود نہیں ہیں۔آج ہمارے ہندوستان کا جو ڈاٹا ہے اس کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں ’’جہاں عورت کو دیوی کا روپ بھی کہا جاتا ہے‘‘ ہر بیس منٹ میں ایک لڑکی کی عصمت ریزی ہوتی ہے۔یہ الگ بات ہے کہ یہ واقعات سرکاری ڈاٹا میں شمار تو ہوتے ہیں لیکن ان کے تدارک اور روک تھام کیلئے کوئی اقدامات نہیں کئے جاتے۔ملک کی کوئی ریاست اور کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جہاں خواتین کے ساتھ ہر روز یہ گھناونا جرم نہ ہوتا ہو۔افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی ایک واقعہ سارے میڈیا کی اور سارے عوام کی اور سماج کے تمام طبقات کی توجہ حاصل کرلیتا ہے اور ہم کچھ دن اس واقعہ کو ذہنوں میں تازہ رکھتے ہیں لیکن پھر اسے فراموش کردیا جاتا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر وہ لڑکی قابل عزت واحترام نہیں ہے جس کی عصمت کو ہر بیس منٹ میں ملک میں تارتار کیا جاتا ہے؟ یقینی طور پر ہر لڑکی اور خاتون قابل احترام ہے اور ہر لڑکی کی عزت و عصمت کا تحفظ کیا جانا چاہئے۔ جو واقعات ہورہے ہیں وہ ہندوستانی تہذیب کی دھجیاں اڑانے والے واقعات ہیں اور ان کے تدارک کیلئے صرف حکومت یا پولیس کے اقدامات کافی نہیں ہوسکتے۔اس طرح کے واقعات اگر روکے نہیں گئے تو ساری دنیا میں ہندوستان کی جو رسوائی ہوگی اس کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا اور ہمارا ملک جو تہذیب وتمدن کا ملک اور روایات واقدار کا ملک کہا جاتا ہے اس کی شبیہ کو بگڑنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ ہمارے ملک میں سماج کے ہر طبقہ کیلئے کام کرنے والی این جی اوز موجود ہیں۔کئی تنظیمیں ہیں جو خواتین کے حقوق اور انہیں انصاف دلانے کی جدوجہد کا دم بھرتی ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ سماج میں خواتین کی عزت وعصمت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے شاید ہی کوئی توجہ دی جاتی ہے۔یقینی طور پر سخت ترین قوانین تیار کرنا حکومتوں کا کام ہے اور ان قوانین پر عمل آوری کروانا نفاذ قانون کی ایجنسیوں بشمول پولیس کا کام ہے لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ سماج میں اس تعلق سے شعور بیدار کیا جائے۔ عصمت ریزی کے اکثر و بیشتر واقعات حالت نشہ میں ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں نشہ کی ہر سہولت موجود ہے۔ ہر چھوٹے بڑے شہر اور معمولی قصبوں تک میں شراب کی دوکانیں عام ہیں۔ان سماجی برائیوں اور لعنتوں کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ ٹی وی چینلس میں خواتین کے مقام کو اجاگر کرنے کی بجائے انہیں ایک پرکشش شئی کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ ہماری روایات کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔ یہ ایسے عوامل ہیں جن سے خواتین کی عصمت وعفت کی رکھوالی ہونے کی بجائے خواتین کو محض ایک شئے سمجھا جارہا ہے۔اس تعلق سے بھی سماج میں شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔نوجوانوں میں اور خاص طور پر تعلیمی اداروں میں اس تعلق سے ایک منظّم مہم چلانے کی ضرورت ہے۔صرف پولیس اور حکومتوں پر جرائم کی روک تھام کی ذمہ داری عائد کرتے ہوئے سارا سماج بری الذمہ بھی نہیں ہوسکتا۔

حیدرآباد کے قریب جو واقعہ پیش آیا ہے وہ حد درجہ قابل مذمت اور انتہائی شرمناک اور انسانیت سوز ہے۔تاہم ہر بیس منٹ میں جو واقعہ پیش آرہا ہے وہ بھی اتنا ہی قابل مذمت ہے اور ان تمام واقعات کی روک تھام کیلئے بھی جدوجہد ہونی چاہئے۔ خاموشی سے درندوں کا شکار ہونے والی دوسری خواتین کیلئے بھی آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔انہیں بھی انصاف دلانے کیلئے سماج کے تمام طبقات کو اور عوام کو آگے آنے کی ضرورت ہے۔ کسی بھی سماج کو محفوظ اس وقت تک متصور نہیں کیا جاسکتا جب تک اس سماج میں خواتین اور لڑکیوں میں تحفظ کا احساس نہ پیدا کیا جائے۔اس معاملہ میں سیاسی قائدین کو‘ سماجی تنظیموں کو اور سماج کے ہر طبقہ کو اپنا رول ادا کرنے کیلئے کمر کسنے کی ضرورت ہے تاکہ ہندوستان کو حقیقی معنوں میں ایسا ملک بنایا جائے جہاں خواتین میں تحفظ کا احساس پیدا ہو اور ان کی عصمت وعفت محفوظ ہو۔ **(بشکریہ:روزنامہ سیاست حیدرآباد)**

ملک لاقانونیت کے دلدل میں

بابائے قوم مہاتما گاندھی کی ۲۷ویں برسی کے موقع پر جامعہ نگر میں گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد پر عمل کرتے ہوئے احتجاج میں مصروف نہتے مظاہرین پر دہشت گرد کی فائرنگ نے ایک بار پھر یہ یاددہانی کرادی کہ گاندھی کے قاتل آج بھی زندہ ہیں، دہشت گردی پھل پھول رہی ہے۔اس مذموم واقعہ سے دلی پولس ایک بار پھر سوالوں کے گھیرے میں ہے جو دہشت گرد کے کھلے عام فائرنگ کے دوران خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی، یوں محسوس ہورہا تھا کہ اس دہشت گردی میں اس کی رضامندی شامل ہے، یہ وہی دہلی پولس ہے جو جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی میں نہتے طلباء پر حیوان بن کر ٹوٹ پڑتی ہے اور بندوق بردار دہشت گرد کی کھلے عام فائرنگ اور نعرے بازی کے دوران ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوجاتی ہے۔شہریوں کی جان ومال کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار پولس کا یہ رویہ ملک کو لاقانونیت کے دلدل میں دھکیلنے کا سامان فراہم کررہا ہے۔

پرامن اور جمہوریت پسند احتجاجیوں کو دھمکانے کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے،اس سے قبل بھی شاہین باغ میں ایک بندوق بردار دہشت گرد اسٹیج پر چڑھ آیا تھا، ہندوتوا دہشت گردوں کو بھی احساس ہوچکا ہے کہ پولس ان کا بال بھی بیکا نہیں کرے گی جس کا واضح ثبوت جامعہ نگر کے بندوق بردار دہشت گرد کا دہلی پولس زندہ باد کا نعرہ بلند کرنا ہے۔ وزیر داخلہ امیت شاہ نے اس واقعہ پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے پولس کو حملہ آور کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کرنے کی ہدایت دی، نیز یہ بھی کہ وہ ایسے واقعات کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے،مگر اس تلخ حقیقت سے کیا وہ انکار کرسکتے ہیں کہ شہریت قانون، این آر سی اور این پی آر کے خلاف صدا بلند کرنے والوں کے خلاف ان حملہ آوروں کے دماغ میں زہر بھی خود وہ، ان کے وزراء اور پارٹی قائدین بھر رہے ہیں، امیت شاہ جب دہلی کے عوام سے یہ کہتے ہیں کہ انتخابات میں بی جے پی کے حق میں اس طاقت سے رائے دہی کریں گے کہ اس کا جھٹکا شاہین باغ کے مظاہرین کو محسوس ہو تو کیا وہ شاہین باغ کے پرامن احتجاجیوں کو ملک کے غدار نہیں قرار دے رہے ہیں۔

جامعہ نگر فائرنگ جیسے واقعات کو برداشت نہ کرنے کا ڈھونگ کرنے والے امیت شاہ سے یہ جواب بھی مطلوب ہے کہ پارٹی نے اس انوراگ ٹھاکر کے خلاف کیا کارروائی کی جس نے کھلے عام دیش کے غداروں کو، گولی مارو کا نعرہ بلند کرکے حملہ آوروں کو باضابطہ فائرنگ کا لائسنس دے دیا، کیا ایسے حملہ آوروں کو پرویش ورما جیسے زہریلے قائدین سے تحریک نہیں مل رہی ہے، جو عوام کو شاہین باغ کے پرامن احتجاجیوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ شاہین باغ میں جمع ہونے والے لاکھوں احتجاجی آپ کے گھروں میں گھس کر آپ کی ماں بہنوں کی عصمت ریزی کردیں گے، ان کا قتل کردیں گے، اگر بی جے پی اپنے زہریلے قائدین کے بیانات کی باضابطہ مذمت کرتے ہوئے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرتی تو ملک کا ماحول اتنا زہریلا نہ ہوتا۔مگر ایسا لگتا ہے کہ اب بی جے پی نے اقتدار کے لئے تشدد کو بھی اپنی پالیسی میں باضابطہ شامل کرلیا ہے۔ ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ الیکشن کمیشن نے بھی ان قائدین کے خلاف فوجداری مقدمہ درج نہیں کروایا بلکہ انتخابی مہم پر چند گھنٹوں کی پابندی عائد کرکے رسم ادا کردی، حکمراں بی جے پی اور حکمرانوں کے ہاں میں ہاں ملانے والی میڈیا کے نفرت انگیز پروپیگنڈا کا ہی نتیجہ ہے کہ آج گوپال جیسے دہشت گردوں کے حوصلے اتنے بلند ہوگئے ہیں کہ وہ پولس کی بھاری جمعیت کی موجودگی میں بھی بلاخوف وخطر فائرنگ کررہے ہیں۔

اسی زہریلی مہم کا نتیجہ ہے کہ سیاہ قانون کے خلاف ڈرامہ کرنے پر معصوم اسکولی بچوں کے خلاف غداری کا مقدمہ درج ہورہا ہے۔ یہ زہراب پولس اور آئینی اور دستوری اداروں میں بھی پھیلتا نظر آرہا ہے، چنانچہ پولس بھی ملک کو فرقہ وارانہ خطوط پر تقسیم کرنے والوں کی زبان بول رہی ہے اور متعصّبانہ رویہ اختیار کررہی ہے۔اگر جامعہ نگر میں احتجاجیوں کا تعلق سنگھ پریوار سے ہوتا اور فائرنگ کرنے والا کوئی مسلم ہوتا تو کیا اسے دہشت گرد کارروائی تصور نہیں کیا جاتا؟ آخر اس ہندوتوا دہشت گرد کو صرف حملہ آور لڑکا کیوں قرار دیا جارہا ہے؟ پولس نے اے پی اے اور دیگر سخت دفعات کے تحت اس کے خلاف مقدمہ درج کیوں نہیں کیا؟ اگر اس کے ہاتھ میں بندوق کی جگہ کوئی عصری ہتھیار ہوتا تو اس کا انجام کتنا بھیانک ہوسکتا تھا، کہا تو یہ بھی جارہا ہے کہ اس دہشت گرد کے بی جے پی قائدین سے باضابطہ روابط ہیں۔تو کیا جانچ میں اس پہلو کو بھی شامل کیا جائے گا؟

گاندھی! آج ہم یقیناً شرمندہ ہیں کہ تمہارے قاتل کے وارثین کو باضابطہ حکومت کے ایوانوں سے شہ مل رہی ہے۔ بے شک یہ حکمراں تم سے عقیدت رکھنے کا ڈھونگ کرتے ہیں مگر درحقیقت وہ تمہارے قاتل گوڈسے کے پجاری ہیں۔گاندھی ہم شرمندہ ہیں۔ تیرے قاتل زندہ ہیں!

(بشکریہ پندار پٹنہ ۲رفروری ۲۰۲۰)